قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من حج ولم یزرنی فقد جفانی

بحمد خدای عز وجل این رساله که عجاله ایست بغایت لطافت مشتمل بر ترجیح جواب سنیت زیارت نبی

الکلام المبرور فی رد القول المنصور

متضمن بر دفع شبهات مولوی محمد بشیر صاحب سهسوانی مؤلف القول المنصور فی زیارة سید القبور

در مطبع علوی محمد علی بخش خان مرحوم لکهنو لباس طبع پوشید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد لمن علمنا ما لم نعلم وصلوٰۃ علی رسولہ المکرم وعلی آلہ وصحبہ ذوی الہمم اما بعد کہتا ہی بندۂ
گنہگار امیدوار رحمت پروردگار محمد عبد العزیز ابن عبد القادر القنوجی کان اللہ لہما
تلمیذ مولانا الحاج الحافظ ابو الحسنات محمد عبد الحی ادام فیضہ العلی کہ اس زمانے مین
شیوع جہل اسقدر ہو گیا کہ تمام اکناف دیار و اطراف امصار اصناف جہل سے پر ہو گئے
اور فقدان علم اس مرتبہ پونہچا کہ ارباب اذہان واصحاب معان مفقود الخبر ہو گئے علی الخصوص
فن حدیث کہ عوام و خواص اسکو نہایت آسان سمجھنے لگے اور باطن نظر کو چھوڑ کے ظاہر نظر پر
چلنے لگے اور بعضے اس فن کو بیفائدہ جاننے لگے بلکہ اسکی تحصیل کو تضییع عمر سمجھنے لگے کسی کے گمان مین
یہ ہی کہ ہمکو در مختار و عالمگیری کافی ہی و جامع الرموز و رد المحتار وافی ہی جو مسئلہ ان کتب مین
اور امثال اسکے مین ہی وہی صحیح ہی اگرچہ حدیث صحیح اوسکے خلاف وارد ہو کسی کے اعتقاد مین
یہ ہی کہ جو حدیث صحاح ستہ مین ہو وہ مقبول ہی اور جو انمین نہین ہی بلکہ اور جوامع و مسانید مین
ہی وہ غیر مقبول ہی کسی کا بوقت مذاکرۂ حدیث یہ کلام ہی کہ ہمکو کتب فقہ سے غرض ہی حدیث سے
کیا کام کوئی مدار صحت احادیث صحاح مشہورہ کو سمجھتا ہی اور ماورای کو غیر صحیح جانتا ہی یہ سب
ازاحی جادۂ اعتدال سے متجاوز ہین اور محل توسط و خیریت سے منحرف ہین اللہم نجنا منہا ولا تزغ
قلوبنا بعد ما صرفتنا عنہا اور اعلی ترین قبائح و شنائع جو اس زمانے مین پراگندہ ہین یہ ہے

کہ علماے زمان اپنی تصانیف مین طریق مناظرہ کو چھوڑ کے مسلک جدال و عناد اختیار کرتے ہین
اور طریقۂ متوسط سے کنارہ کشی کرکے سبیل فساد پر چلتے ہین ایک دوسرے کو اپنے رسائل مین
شیطان و دجال بناتا ہے جو چاہتا ہے وہ کہہ سناتا ہے ہرگاہ علما کی یہ کیفیت ہے جاہلون پر کیا
تشنیع کرین اور جب ارباب فضل کی یہ شان ہے ارباب جہل کو کیا کہین قبل ازین مولوی محمد بشیر صاحب
سہسوانی نے ایک رسالہ مسمی بالقول المحقق المحکم فی زیارۃ قبر الحبیب الاکرم تصنیف کرکے شائع
فرمایا اور اوسمین استحباب زیارت قبر نبوی کو طرف جمہور حنفیہ کے منسوب کیا اور احادیث زیارت
پر حکم غیر معتبر ہونیکا دیا چونکہ یہ تحریر اونکی حیز توسط سے خارج ہوگئی بنظر احقاق حق و ابطال باطل
کی ایک تحریر اونکے جواب مین کی گئی نام اوسکا الکلام المبرم فی نقض القول المحقق المحکم رکھا گیا اور
اوسمین طریقۂ مناظرہ اختیار کیا گیا اب بعد عرصہ دراز کے مولوی صاحب موصوف متوجہ اوسکی
رد کی طرف ہوئے اور ایک رسالہ مسمی بالقول المنصور فی زیارۃ سید القبور تالیف کرکے مطبوع کرایا
اور اوس مین طریقۂ مجادلہ و مکابرہ کو اختیار فرمایا صاحب کلام مبرم کی شان مین کلمات ناشایان
علما سے بعید ہین تحریر کیے اور فقہا و کبار اولی الایدی والابصار پر الفاظ طعن کے ثبت کیے
سابقا مسموع ہوتا تہا کہ مولوی صاحب موصوف داب مناظرہ سے خوب واقف ہین اور فن حدیث
و اسماء رجال وغیرہ مین متبحر ہین لیکن اس رسالے نے اوسکے خلاف ظاہر کیا بچند وجوہ اول اینکہ
سابقا اس امر کے قائل ہوئے تہے کہ بعض فقہا وجوب کی طرف بہی گئے ہین اور اس رسالہ مین اوس سے
اعراض کرکے استحباب پر اجماع نقل کیا اور اپنے زعم مین اوسکو نہایت صحیح و درست سمجہا اور یہ
خیال نہ فرمایا کہ مراد ندب سے جن کتب مین اوس پر اجماع منقول ہے مطلق طاعت ہے نہ استحباب جو مقابل
وجوب و سنت ہے دوم اینکہ قول سنت سے انکار بحت فرمایا اور یہ تحریر کیا کہ سنت موکدہ ہونے
زیارت کی کسی نے تصریح نہین کی اور شرح مواہب کو بہی جو متداول بین الناس ہے معاینہ نہ کیا
سوم اینکہ باب تاویل کو ایسا مفتوح کیا کہ قول وجوب و سنیت کو بہی ارجاع طرف استحباب کے کیا اور یہ خیال نہ کیا کہ اگر
ایسا باب تاویل مفتوح ہو جاویگا تمام انتظام شریعت تہ و بالا ہو جاویگا چہارم اینکہ متعدی لازم کے معنی مین فرق نہ کیا
اور جفانی کو جو حدیث من حج ولم یزرنی فقد جفانی مین ہے ردہی مثل جفا کی جو حدیث من [illegible] مین ہے [illegible] تصور کیا پنجم اینکہ
عبد الغنی کی نقل مین ایسا باب قصر کو گرا دیا کہ کسی ذی علم نے اسکو بہتر نہ جانا جو عبارتین اپنے مدعی کے موافق تہین انکو نقل کر دیا

اور جو عبارتین احقاق حق کی تھین اونکو چھوڑ دیا ششم اینکہ قول قریب واجب کو جو بابت زیارت
مین بعض فقہاء کے کلام مین وارد ہی سابقاشل موجب سمجھا اور اس رسالہ مین جابجا اوسکو استحباب
پر محمول کیا ہفتم اینکہ جرح رواۃ حدیث مین سعی بلیغ فرمائی اور عدم مقبولیت جرح مبہم جو تمام کتب فن
منقول ہی نظر مین نہ آئی ہشتم اینکہ جرح کے مقدم ہونیکو تعدیل پر اختیار کیا اور جو مذہب جمہور
محدثین کا ہی اور کتب اصول حدیث مین مسطور ہی اوسکو چھوڑ دیا نہم اینکہ جہان کلام مبرم
نقل عبارات مین بقدر ضرورت اختصار ہوا تھا اوسکو عین تحریف تصور کیا اور تحریف کو صاحب کلام
مبرم کی طرف بیباک ہوکر منسوب کر دیا وکم من فرق بینہما دہم اینکہ فقہاء معروفین کو مجہولین اور محدثین
مشددین کو غیر مشددین اور غیر متساہلین کو متساہلین بنایا اور وعید سوء ظن و افترا سی کچھہ خطر
نہ فرمایا ان امور سی اور امثال انسے جو ناظر رسالہ پر مخفی نرہینگے حال کمال استعداد و فطانت و مبلغ
علم و ذکاوت مولوی صاحب موصوف کا واضح ہو گیا اور چونکہ ایسے امور کے سبب سے عوام فتنہ مین
پڑ گئی اور خواص متردد و متحیر ہو گئی اس سبب سے جواب اس رسالہ کا تحریر کرنا پر ضرور ہوا بناء علیہ
ایک رسالہ مسمی **بالکلام المبرور فی رد القول المنصور** ایک مہینے سی کم مین باوجود
اشغال کثیرہ و عوائق عدیدہ کے تحریر کیا گیا اور اوس مین قول مولوی صاحب ممدوح بلفظ قال
اور جواب اوسکا بلفظ اقول لکھکے احقاق حق کیا گیا اور ترتیب اوسکی ایک مقدمہ و دو باب ہوئی
امید ناظرین باانصاف سی یہ ہی کہ اس رسالہ کو بنظر غائر ملاحظہ کرین او باطل کو حق سی اور حق کو باطل سے
متمیز کرین وہذا اوان الشروع فی المقصود متوکلا علی واہب الکرم والجود مقدمہ مخفی نرہی کہ بابت زیارت
قبر نبوی مین تین اقوال ہین ایک یہ کہ مستحب ہی اور اس قول کو فتاوی عالمگیری وغیرہ مین بلفظ
قال مشایخنا نقل کیا لیکن اس سے نہین مفہوم ہوتا ہی کہ یہ قول جمہور حنفیہ کا ہی کیونکہ جمع معرف باللام
نص عموم مین نہین کما یفہم من المطول وغیرہ دوسرے یہ کہ سنت ہی اور اس قول کو شرح مواہب مین
جمال الدین مالکی سے اور شفاء السقام مین نجم الدین حنبلی سے نقل کیا ہی تیسرے یہ کہ واجب ہی اور جو لوگ
قریب واجب کے کہتے ہین اوسکا مرجع وجوب کیطرف ہی اور اس قول کو ائمہ مالکیہ سی ابو عمران
اور ائمہ شافعیہ سے ابن حجر مکی و قسطلانی نے اور ائمہ حنفیہ سی شارح مختار و صاحب مجمع الانہر
و طرابلسی محشی [illegible] و صاحب خزانۃ المفتین و کرمانی و صاحب لباب المناسک وغیرہ نے اختیار کیا

اور ابن ہمام اور صاحب منح الغفار اور صاحب سنن الہدی وغیرہ نے اس قول کو نقل کرکے سکوت کیا
چنانچہ عبارات ان سبکی کلام مبرم میں منقول ہیں اور ایک عبارت ابن حجر مکی کی اس مقام پر
جو کلام مبرم میں منقول نہیں ہے لکھی جاتی ہے کہ جس سے صاف ترجیح قول وجوب مفہوم ہوتی ہے علم مما مر
ان بین ترک الصلوٰۃ علیہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم وترک زیارتہ مع القدرۃ علیہا تساویا فی ان
کلا منہما جفاء لہ صلی اللہ علیہ وسلم وان جمیع ہذہ الاوصاف القبیحۃ الشنیعۃ التی تثبت لتارک الصلوٰۃ علیہ
عند سماع ذکرہ ینبغی ان یثبت نظیرہا لتارک الزیارۃ فیخشی علیہ ان یکون شقیا راغم الانف مستحقا دخول
النار بعیدا من اللہ ورسولہ دعوا علیہ من جبرئیل ومن نبینا صلی اللہ علیہ وسلم بذلک بالسحق وبخیلا ملعونا
لا دین لہ لا یری) وجہ نبیہ بسبب تحضر ذلک وتحفظہ واخبرہ بمن تہاون فی ترک الزیارۃ مع قدرتہ علیہا باسلہ
یکون حاملا لہ علی التنصل من ہذہ القبائح والرجوع الی اللہ بترکہ جفاء نبیہ الذی ہو وسیلتہ ووسیلۃ سائر الخلق
ولقد شاہدنا کثیرین ترکوا الزیارۃ مع القدرۃ علیہا فاورثہم اللہ بذلک ظلمۃ محسوسۃ علی وجوہہم وقترۃ عن الخیرات
قطعتہم عن عبادۃ اللہ وشغلتہم بالدنیا الی ان ماتوا وکثیرین غلبت علیہم مظالم الناس الی ان منعوا منہا
قہرا ولقد اخبرت عن بعضہم من اہل مکۃ انہ کلما اراد ان یتجہز بہا منعہ عائق فلا زال الناس یعجبونہ بترک
الزیارۃ الی ان اخذ اسبابہا فجہز واخذ جمیع اہلہ وقال لہم اخرجوا قبلی [illegible] فلما جہز مرکوبہ اراد
ان یرکبہ سلط اللہ علیہ صب الدم بکثرۃ فاحشۃ فتخلف وذہب اہلہ للزیارۃ وعادوا وقد عوفی ثم استمر
متحسرا الی ان مات من غیر زیارۃ لما انہ حقت علیہ کلمۃ الخسران انتہی اور اسکی طرف بحر العلوم ارکان اربعہ میں
اشارہ کرکے لکھتے ہیں ینبغی لمن حج ان یتوجہ بعد الفراغ من الحج الی المدینۃ المنورۃ وقبر المصطفی لئلا یکون ممن حج وجفاہ
اور اسی وجہ سے محدثین اون لوگون پر جو زیارت کو نہیں گئے طعن کرتے ہیں چنانچہ ذہبی کتاب العبر باخبار من غبر میں
وقائع سنہ ۷۲۱ میں لکھتے ہیں وفیہا مات العارف الکبیر نجم الدین عبد اللہ بن محمد اصبہانی الشافعی تلمیذ الشیخ ابی العباس المرسی
عن ثمان وسبعین سنۃ جاور بمکۃ وما زار النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی اور یہ قول اگرچہ نظر عوام وبعض خواص میں نہایت مستبعد
معلوم ہوتا ہے لیکن بعد قابلیت احتجاج ہونے اوسکے یہ استبعاد مرفوع ہوجاتا ہے اور نہ خیال کرنا چاہیے کہ فتوی ہمارا اس
قول کے مخالف ہے فقہاء کی کیونکہ ایک طائفہ فقہاء مذاہب اربعہ کا اس طرف بھی گیا ہے اور دعوی اس امر کا کرنا کہ جمہور
حنفیہ استحباب کی طرف گئے ہیں مطالب بالدلیل ہے کسی لفظ سے صراحۃ نسبت اس قول کی طرف جمہور کی نہیں معلوم ہوتی ہے
اور دعوی اجماع کا کرنا استحباب پر محض غلط ہے چنانچہ تحقیق ان سب امور کی اور امور ضروریہ متعلقہ کی عنقریب

ظاہر ہوتی ہے انشاء اللہ تعالی **باب اول** در بیان اون اقوال کے جو مولوی محمد بشیر صاحب سے بیجا
قول منصور ہین اور اوسکی باب اول مین واقع ہوئے ہین ارباب انصاف کو چاہیے کہ تامل وافر فرما کے
ملاحظہ کرین کہ مولوی صاحب موصوف نے اس باب مین کیا کیا استعداد ظاہر کی ہے اور پہر وہ استعداد
ایک آن مین کسطرح سے مثل غبار منتشر کے ہو گئی **قال** سلمہ اللہ تعالی اما بعد جاننا چاہیے کہ ایک رسالہ
مولفہ مولوی عبد الحی صاحب لکہنوی کہ محمد عبد الجبار کے نام سے لکہا گیا ہے اور موسوم بالکلام المبرم فی
نقض القول المحقق المحکم ہے نظر سے گذرا کمال تعجب پیدا ہوا کیونکہ پہلے یہ مسموع ہوا تہا کہ مولوی صاحب
موصوف کو نسبت سائر علمای فرنگی محل کے علوم دینیہ کی ساتہہ زیادہ مناسبت ہے اور حلیہ تقوی و دیانت
وتہذیب سے محلی ہین لیکن اس رسالے نے اوسکی خلاف ظاہر کیا ایک نمونہ تقوی یہہ ہے کہ رسالہ آپ تالیف کر کے
محمد عبد الجبار کی طرف منسوب کیا اور وعید کذب سے کچہہ اندیشہ نہ فرمایا اور شمہ دیانت یہہ ہے کہ نقل عبارات
مین تحریف اختیار کی اور تہذیب کے کیفیت کہ اس رسالہ مین ایسے کلمات تحریر فرمائی کہ اشراف اہل علم کی
شان سے از بس بعید ہین اگر بفحوای آیہ کریمہ ولمن انتصر بعد ظلمہ فاولئک ما علیہم من سبیل جواب ترکی بترکی
دیا جاتا تو مضائقہ نہ تہا لیکن بمقتضای ولمن صبر وغفر فان ذلک من عزم الامور صفح جمیل مناسب معلوم ہوا
اقول علمای قدیم و جدید کا شرقاً وغرباً یہ دستور رہا کہ اپنی تلامذہ کا نام اپنی تصانیف مین درج کرتے ہین اور
بزبان حال تلامذہ خصوم سے گفتگو کرتے ہین اور سر اس مین یہہ ہے کہ حال مثل مقال کے گویا سمجہا جاتا ہے اور امر حالی
مثل مقالی کے تصور کیا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ حال تلمیذ بموافقت استاد ہے پس مقال استاد بعینہ مقال تلمیذ
ہے بنا علیہ ایسی نسبت محل کذب نہین ہو سکتی اور شرعاً کوئی قباحت اس مین عائد نہین ہوتی نظیر اسکی بحث
نطقت الحال ہے جو کتب معانی وبیان مین مفصل ہے دواوین شعراء متقدمین اور مقامات بلغاء متبحرین کو ملاحظہ کیجیے اور
کذب واقعی کو صدق سے تمیز فرمائیے خود اپنی حال کو اور تقوی کو یاد کیجیے کہ بمقابلہ مولوی امیر احمد صاحب سہسوانی کی اپنی بعض
تلامذہ کی نام سے آپنے تحریر کی تہی اور بمقابلہ بعض اخبار الہ آباد کے آپنے تلمیذ کے نام سے تحریر کی تہی فیا

ایہا الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون اور نسبت تحریف کے اور
کلمات واہیہ کے صاحب کلام مبرم کی طرف بہتان ہے کلام مبرم مین کہین تحریف ہے اور نہ کوئی کلمہ خلاف
شان ہے کما ستتضح عنقریب علی کل لبیب اریب بلکہ یہ امر معکوس آپہی پر ہے کہ آپنے اس رسالہ کو ختم
مین ایک عالم کے تقوی پر اعتراض کیا اور وعید سوء ظن سے ہرگز خوف نہ کیا اگر بمقتضا کما تدین تدان تعرض

تبلیغ کیا جاتا تو مضائقہ نہ تھا لیکن باقتضای حدیث لاتکونوا امعۃ اعراض مناسب معلوم ہوا قال مخفی
نرہی کہ زیارت قبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تین اقوال ہیں ایک استحباب دوسرے سنت مؤکدہ
تیسرے وجوب اور جو لوگ کہ قریب بواجب لکھتے ہیں تو مرجع اوسکا یا سنت مؤکدہ کی طرف ہے یا استحباب
کی طرف اقول رجوع قول قریب بواجب طرف سنت یا استحباب کے مخدوش ہے اسوجہ سے کہ جو شی ایک شی
کے قریب ہوا وسکا حکم اوسی شی کا ہوتا ہے نہ اوسکی ماتحت کا اور کسی فقیہ نے قریب واجب کا اطلاق مستحب پر نہیں کیا
بلکہ فقہا نے اطلاق اوسکا البتہ واجب پر کیا ہے کما ستطلع عنقریب پس قریب واجب کا مرجع وجوب کی طرف
ہوگا نہ سنت و مستحب کی طرف اور خود آپ اول بحث محکم میں تحریر فرما چکے ہیں کہ وجوب کہنا اور قریب وجوب
کہنا دونوں قول متقارب ہیں اور یہی لکھ چکے ہیں کہ ظاہرا ان دونوں قول کی دلیل ہی ایک ہی ہوگی
یعنی وہ حدیث جسمیں نسبت تارک حج کے لفظ جفانی آیا ہے اور یہ بھی لکھ چکے ہیں
کہ دوسری کی تضعیف ہے اور یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ طحطاوی اور شامی نے جو اقوال نقل کئے ہیں
کہ قائل وجوب یا قریب بوجوب کے ہیں اس سے مقصود صرف بیان قول مرجح ہے ان سب تحریرات سے ہویدا ہے
کہ آپکے نزدیک بھی قریب بوجوب حکم وجوب میں ہے اب بعد عرصہ دراز کے اوسکو سنت و مستحب کی طرف
راجع کرنے لگے و ہل ہذا الا تعارض محکم و تناقض مستحکم قال بالجملہ اس باب میں تین قول ہیں اور راجح اور
لائق فتوی ان میں سے استحباب ہے بچند وجوہ اول یہ کہ یہ مذہب جمہور حنفیہ کا ہے اور اس کا ثبوت کئی
طرح سے ہے پہلی یہ کہ فتاوی عالمگیری و فتح القدیر و ارکان اربعہ میں اس قول کی نسبت لفظ مشائخنا کا لکھا ہے
جیسا کہ عنقریب انشاء اللہ تعالی ان کتب کی عبارات منقول ہونگی اور قاعدہ اصول کا ہے کہ جمع معرف بغیر لام
فائدہ استغراق کا دیتی ہے توضیح میں مرقوم ہے والجمع المعرف بغیر اللام نحو عبیدی احرار عام ایضا لصحۃ الاستثناء
پس مراد اس سے سب مشائخ ہونگے سوا اون بعض کے جنکا استثنا کتب فقہ سے ثابت ہوا اقول جمع مضاف
فائدہ استغراق کا اوسوقت دیتی ہے جب غرض اضافت سے استغراق ہو نہ مطلقا بدلیل اسکے کہ علمای معانی
و بیان بحث مسند الیہ میں اضافت کی فوائد سوا استغراق کے بھی لکھتے ہیں چنانچہ علامہ سعد الدین
تفتازانی مطول میں لکھتے ہیں وقد یکون الاضافۃ لاغنائہا عن تفصیل متعذر نحو اتفق اہل الحق علی کذا
او متعسر نحو اہل البلد فعل کذا او لانہ یمنع عن التفصیل مانع کتقدیم بعض علی بعض من غیر مرجح نحو حضر الیوم
علماء البلد و کالتصریح بذمہم و اہانتہم نحو علماء البلد فعلوا کذا و کساتۃ السامع او المتکلم نحو حضر اہل السوق

او یتضمن الاضافة تحریضا علی الاکرام او اذلالا نحوہما نحو صدیقک وعدوک بالباب وعلیہ فالاضافۃ لافادۃ الاختصاص
جنسیۃ وتعمیما انتہی ملخصا اس سے صاف ظاہر ہے کہ جمع مضاف مطلقا مفید استغراق نہیں ہے بلکہ
کبھی اضافت واسطے اختصار اور دفع ترجیح بلا مرجح کے ہوتی ہے جیسے حضر الیوم علماء البلد اور ظاہر یہ ہے کہ
مشائخنا اسی قبیل سے ہے اور اصولیین کی مراد بھی یہی ہے کہ جب جمع مضاف باضافت استغراقیہ ہو تو وہ الفاظ
عموم میں معدود ہو نہ مطلق جمع مضاف **قال** دمہ یہ کہ رد المحتار میں اس قول کی نسبت لفظ الاطلاق
الاصحاب موجود ہے اور الاصحاب جمع محلی باللام ہے اور وہ فائدہ استغراق کا دیتی ہے توضیح میں لکھا ہے ومنہا الجمع المحلی
باللام اذا لم یکن معہودا **اقول** خود صاحب المختار نے شرح لباب و حواشی منح میں قول وجوب کو اور فتح القدیر
اور شرح مختار میں قول قرب وجوب کو نقل کیا ہے پس اوسکے قول لاطلاق الاصحاب میں استغراق کیونکر مراد ہو سکتا
ہے کیونکہ جمیع اصحاب قائل استحباب نہیں ہیں بلکہ بعض وجوب کی طرف بھی مائل ہیں جیسا کہ خود اوسکی
عبارت سے مفہوم ہے اگر یہ اختلاج ہو کہ جب استغراق جمیع اصحاب مراد نہوا تو ہم اوسکو اکثر اصحاب پر محمول
کرینگے وہو مثبت المرام تو اوسکو یوں دفع کرنا چاہیے کہ جمع محلی باللام جب عہد مراد نہو موضوع ہے واسطے
استغراق جمیع افراد کے اور اکثر افراد اور اقل افراد اوسکے معنی مجازی ہیں پس جب معنے حقیقی نہ بن سکیں تو سب
مجازات متساویۃ الاقدام ہیں بغیر قرینہ کے تعیین ممکن نہیں اور یہاں فیہ میں کوئی قرینہ اکثر پر حمل کرنیکا
موجود نہیں علاوہ یہ ہے کہ محلی باللام مفید استغراق اوسوقت ہوتی ہے جب عہد نہ بن سکے جیسا کہ عبارت
توضیح کی مفید ہے اور عبارت رد المحتار میں عہد ممکن ہے اسطور سے کہ مراد اصحاب سے قائلین بالاستحباب
ہوں قطع نظر اسکے کہ وہ اکثر ہوں یا جمیع یا اقل پس عہد کو چھوڑ کے استغراق پر حمل کرنا خلاف اصول ہے
قال ستجمع جمہور مشائخ حنفیہ لکھتے ہیں کہ اگر حج نفل ہو تو اختیار ہے چاہے ابتدا ساتھ حج کے کرے اور چاہے ساتھ زیارت
اور یہ بات متفرع ہے استحباب پر کیونکہ اگر زیارت واجب یا سنت موکدہ ہوتی تو تسویہ تخییر کے کیا معنے بلکہ چاہیے
کہ ابتدا بالزیارت احسن ہوتی پس یہ مسئلہ صریح دلالت کرتا ہے اس پر کہ زیارت قبر نبوی کی نزدیک جمہور حنفیہ کے
مستحب ہے علی الخصوص اصحاب فتاوی عالمگیری اور صاحب فتح القدیر اور صاحب ارکان اربعہ اور صاحب در مختار جو قول
استحباب کے قول وجوب یا قریب وجوب کو نقل کرکے یہ مسئلہ کہ متفرع ہے استحباب پر بیان کرتے ہیں **اقول** تفرع ہونا
اس مسئلہ کا اوپر استحباب زیارت کے ممنوع ہے بلکہ قول وجوب پر یہ مسئلہ بھی مستقیم ہے اسوجہ سے کہ زیارت بر تقدیر وجوب
واجبات مطلقہ سے ہے نہ واجبات مقیدہ سے اور تخییر بین التطوع والواجب المطلق جائز ہے مثلا اگر کسی شخص سے چار رکعت

واجب ہو بنذر مطلق غیر مقید بوقت معین اوسکو ہر وقت اختیار ہو کہ چاہے نفل ادا کرے یا نذر ادا کرے بلکہ
اگر نذر مقید بوقت موسع ہو مثلا یون کہے للہ علی ان اصوم الیوم [illegible] تو بھی اوسکو
اختیار ہے چاہے اوس دن اول تطوعات ادا کرے اور چاہے نذر ادا کرے ہان اگر نذر مقید بوقت مضیق ہو
مثلا کہے للہ علی ان اصلی فی ہذا الوقت اربع رکعات اس صورت مین البتہ اوسکو [illegible] مقدم کرنیکا
اختیار نہین ہے تا فوات واجب لازم نہ آوے [illegible] قیاس بہت مسائل مین کما لا یخفی [illegible]
ظاہر ہے کہ زیارت قبر نبوی بر تقدیر وجوب واجب مقید بوقت مضیق نہین [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
قال [illegible]
وہان قول استحباب [illegible]
[illegible] مستحب [illegible]
[illegible] العلماء اما علی الامین [illegible] المطال
والنساء [illegible] الاشکال [illegible] بالقول باستحباب الطلاق الاستحباب [illegible] اقول استحباب اور
مندوب کا اطلاق عرف فقہا [illegible] مین سنت موکدہ پر بھی آتا ہے [illegible] تلویح مین اور
ملا [illegible] اور چلپی نے حواشی تلویح مین اسکی تصریح کی ہے ان شئت فارجع الیہا پس شامی کا قول سنت موکدہ کو
غیر مقدور سمجھنا [illegible] ثابت ہوا کیونکہ جائز ہے کہ قول [illegible] مستحب [illegible] محمول ہو اوپر
معنی عام کے کہ شامل ہو سنت موکدہ اور مندوب کو اور بر تقدیر تسلیم اس امر کے کہ استحباب عبارت رد المحتار مین
محمول ہے مقابل واجب و سنت موکدہ پر اختیار صاحب رد المحتار سے قول استحباب کو اختیار جمہور حنفیہ لازم
نہین قال او جذب القلوب مین مرقوم ہے صحیح آنست کہ زیارت آن سرور [illegible] مستحب است مر رجال
ونساء را عموما اقول حکم صحت اس عبارت مین متعلق ہے تعمیم کی ساتھ نہ قول استحباب کے ساتھ قال
وجہ دوم وجوہ ترجیح سے یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ سے بھی [illegible] کے تعبیر [illegible] منقول ہے رد المحتار
مین لکھا ہے قال فی شرح اللباب قد روی الحسن عن ابی حنیفۃ انہ اذا کان فرضا فالاحسن ان یبدا بالحج

ثم ینبی بالزیارۃ وان بدء بالزیارۃ جاز او یجوز تقدیم النفل علی الفرض اذا لم یخش الفوات بالاجماع ومادہ معلوم ہوا
کہ تسویہ وتخییر متفرع ہی استحباب پر اقول یہ آپ ہی کو معلوم ہوا ہوگا ورنہ یہ مسئلہ منقولہ قول وجوب پر بہی
مستقیم ہی جیسا کہ سابقا مذکور ہوا پس انحصار اس مسئلہ کا استحباب پر باطل اور افترا ہی قال ام شیخ عبد الحق دہلوی
جذب القلوب مین لکہتے ہین زیارت آنحضرت نزد ابی حنیفہ از افضل مندوبات واوکد مستحبات ست قریب بدرجہ واجبات
اگر کوئی شبہہ کرے کہ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ زیارت آنحضرت امام صاحب کے نزدیک قریب بواجب ہی پس سنت موکدہ ہوئی
تو جواب اسکا یہ ہی کہ قریب بواجب بعض سنت موکدہ ہونے مین نہین ہی پس امام کے نزدیک زیارت قبر آنحضرت مستحب
ٹھہری اور ہر گاہ جس مسئلہ مین اختلاف صاحبین منقول ہوتا ہی تو فتوی امام کے قول پر دیا جاتا ہی جیسا کہ درمختار
مین لکہا ہی پس جس مین اختلاف صاحبین منقول نہین اوس مین بالاولی امام کے قول پر فتوی
دینا چاہیے اقول عبارت جذب القلوب کی موافق ہمارے مقصود کے ہی نہ مقصود مولف کی کیونکہ سابقا محقق
ہو چکا اور مولف بہی قول محقق محکم مین لکہہ چکے کہ واجب اور قریب واجب دونون قول متقارب ہین اور
اول دلیل اسپر یہ ہی کہ فقہا بحث جماعت مین جماعت کو سنت موکدہ قریب واجب لکہتے ہین اور اوسپر احکام
واجب کے متفرع کرتے ہین مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر مین ہی الجماعۃ سنۃ موکدۃ ای قریبۃ من الواجب حتی ذکر بعض
اہل مصر لو تولہا اہل مصر قوتلوا ولو ترکہ واحد ضرب وحبس ولا یرخص لاحد ترکہا الا لعذر مثل المطر والطین والبرد الشدید انتہی
اور ضیاء الدین شرح وقایہ مین لکہتے ہین الجماعۃ سنۃ موکدۃ ای قویۃ تشبہ الواجب لا یرخص ترکہا الا من
عذر انتہی اور شرنبلالی مراقی الفلاح مین تحریر کرتے ہین الصلوۃ بالجماعۃ سنۃ موکدۃ شبیہۃ بالواجب فی القوۃ
انتہی اور عمر مصری جواہر النفیسہ شرح درۃ منیفہ مین تحریر کرتے ہین الجماعۃ سنۃ موکدۃ ای قویۃ تشبہ الواجب
فی القوۃ حتی استدل بملازمتہا علی وجود الایمان انتہی ان عبارات سے صاف ظاہر ہی کہ فقہا کے نزدیک قریب
واجب اور شبیہ واجب حکم واجب مین ہی اور ترک اوسکا بغیر عذر کے جائز نہین ہی جیسا کہ واجب کا ترک بغیر عذر
جائز نہین ہی اور وجود اوسکا علامات ایمان سے ہی جیسا کہ وجود واجب وفرض شعائر ایمان سے ہی پس اسیطرح زیارت
قبر نبوی جب امام ابو حنیفہ کے نزدیک بمقتضای عبارت جذب القلوب کے قریب واجب کے ہوئی تو ترک اوسکا بغیر
عذر کے جائز نہوگا اور جو شخص بغیر عذر کے اوسکو ترک کریگا وہ مضروب اور محبوس اور مستحق تعزیر ہوگا اور یہی حکم واجب
کا ہی اور قریب واجب کو سنت موکدہ پر حمل کرنا یا مستحب اوس سے مراد لینا خلاف معقول ومنقول ہی بلکہ خود نقل
آپکے تحریر قول محقق کی ہی اور یہ دوسرا موضع ہی اون مواضع مین سے جنمین آپ سے تناقض واقع ہوا اسکو یاد رکہیے اور

اپنے قول سے رجوع کیجیے آپ باہم معاذیہ بالقلب کے تھے اور آپ کی تقریر کو معکوس کرکے کہتے ہیں کہ بسبب ترجیح وجوب
امام کے موافق عبارت جذب القلوب کے زیارت قبر نبوی واجب ٹھہری اور خلاف اس مسئلہ میں صاحبین کا
منقول نہیں ہے تو امام کے قول پر فتوی دینا لازم ہوا کیونکہ جسمیں امام اور صاحبین کا خلاف ہو اوسمیں بمقتضاے
عبارت درمختار فتوی قول امام پر دینا چاہیے پس جسمیں اختلاف صاحبین منقول نہیں بالاولی اوسمیں
امام کے قول پر فتوی دینا چاہیے اور ہم آپکے شکرگذار ہیں کہ آپنے باب ترجیح قول وجوب میں ہماری مدد کی
کیونکہ سیاق کلام مبرم میں عبارات فقہاء دربارۂ وجوب منقول ہوگئی تھیں مگر اونمیں صاف امام اعظم سے تصریح
وجوب کی نہ تھی اور آپنے عبارت جذب القلوب کو پیش کرکے ہماری راے کو موثق فرمایا فجزاکم اللہ جزاء خیرا
قال وجہ سوم قول استحباب کی دلیل قوی ہے کیونکہ دلیل اوسکی احادیث صحیحہ ہیں جو زیارت مطلق قبور پر دلالت
کرتی ہیں اور دلیل وجوب حدیث جفانی وغیرہ جسکی موضوعیت کی طرف اکثر محدثین محققین گئے ہیں اور
فتوی اوس قول پر چاہیے جو اقوی ہو از راہ دلیل کے درمختار میں مرقوم ہے وصحح فی الحاوی القدسی قوۃ المدرک
اقول جو احادیث کہ استحباب مطلق زیارت قبور پر دلالت کرتی ہیں اونسے کہیں نفی وجوب بعض افراد کی نہیں
مفہوم ہوتی ہے اور حدیث جفانی کہ بنابر تحقیق بعض محدثین قابل احتجاج ہے وجوب پر دلالت کرتی ہے پس اخذ
اوسکا ساتھ الیق ہے علی الخصوص جبکہ روایت وجوب کی امام اعظم سے بھی وارد ہوگئی غنیہ شرح منیہ میں ہے لا ینبغی
ان یعدل عن الدرایۃ اذا وافقتها روایۃ انتہی اور دعوی کرنا اس امر کا کہ حدیث جفانی کو اکثر محدثین محققین
نے موضوع کہا ہے بلا دلیل ہے لازم ہے آپ پر کہ محققین محدثین کی فہرست مرتب فرمائیے اور ایک عدد جنہوں نے اوسکو
منحصر کیجیے بعد ازاں انہیں سے اکثرون کی عبارات سے حکم موضوعیت کا معاینہ کرائیے اور مجرد لیت ولعل قابل سماع
نہیں لان حبک فی الشیء یعمی ویصم **قال** وجہ چہارم قول استحباب ارفق بالناس ہے بہ نسبت قول وجوب کے سنت اور
موکدہ کی اور ارفق بالناس لائق فتوی کے ہوتا ہے **اقول** اگر مراد یہ ہے کہ ہر ارفق بالناس لائق فتوی ہے تو غلط ہے
کیونکہ بعض ارفق کی دلیل مرجوح ہوتی ہے فتوی اوسپر کیونکر دے سکتے ہیں اور خود آپ سابقا حاوی سے نقل کر چکے ہیں
کہ فتوی قول اقوی المدرک پر دینا چاہیے اور یہ تیسرا موضع ہے اون مواضع سے جہاں آپکے تعارض واقع ہوا علاوہ
ازین لازم آتا ہے کہ سب جماعت میں قول استحباب پر فتوی دیا جاوے کیونکہ وہی ارفق بالناس ہے بہ نسبت قول
سنت موکدہ اور وجوب کے حالانکہ کذلک لیس کما فی البحر الرائق الراجح عند اہل المذہب الوجوب ونقلہ فی البدائع من غالب
مشایخنا انتہی اور امثال اسکے بہت ہیں کہ اون میں ارفق بالناس ضعیف المدرک ہے فتوی دینا اوسپر کیونکر جائز ہو سکے در

اگر مراد یہ ہی کہ بعض مواضع مین ارفق بالناس پر فتویٰ دینا چاہیے پس لیں نادرست ہی کیونکہ شکل اول مین کلیت کبریٰ شرط ہی واذا فات الشرط فات المشروط **قال** مزینہ تحریم بعد جماہیر شافعیہ مالکیہ وحنابلہ کا بھی یہی قول ہی بلکہ ارکان اربعہ سے ظاہر ہوا اور سمہودی وفاء الوفا مین لکھتے ہین الحنفیۃ قالوا ان زیارۃ قبر رسول اللہ من افضل المستحبات بل تقرب من درجۃ الواجبات وکذلک نص علیہ المالکیۃ والحنابلۃ اور ابن حجر نے کتاب الفوائد مین لکھا ہی قال الرافعی فی واخر باب الحج ویستحب ان یشرب من ماء زمزم وان یزور بعدہ قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وقال فی الروضۃ استحبہ الغزالی ایضا وقال البغوی فی التہذیب فاذا حضر بلزمہ ان یصلی تحیۃ المسجد ثم یاتی ساحتہ او یزور قبر النبی علیہ السلام ثم قال الشیخ محی الدین فی الاذکار اعلم انہ ینبغی لکل من حج ان یتوجہ الی زیارۃ قبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سواء کان ذلک طریقہ اولم یکن وقد صرح الشیخ موفق الدین باستحباب زیارۃ قبر النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام وصاحبیہ صرح بہ فی کتاب المغنی والکافی وصرح بہ ابو الخطاب فی کتاب الہدایۃ فقال ویستحب زیارۃ جملۃ واذا فرغ من الحج استحب لہ زیارۃ قبر النبی علیہ السلام وقبر صاحبیہ **اقول** یہ کلام محدود نفس بحر متعدد مین ہو اول یہ کہ سابقا مولف نے عبارت ارکان کی یون نقل کی ہی اعلم ان زیارۃ قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باتفاق مشائخنا الکرام وباتفاق الشافعیۃ والمالکیۃ وجماہیر الحنبلیۃ من اعظم المندوبات ومن انجح البرکات وفی شرح المختار انہا قربۃ عن الوجوب لمن لہ سعۃ انتہی اس عبارت مین اتفاق شافعیہ مالکیہ منقول ہی نہ قول جماہیر شافعیہ مالکیہ پس تناقض ہوا مولف اس امر پر کہ قول استحباب جماہیر مالکیہ وشافعیہ ہی ساتھ اس عبارت کے درست ہین ہی کیونکہ مولف کے کلام سی معلوم ہوتا ہی کہ بعض شافعیہ یا مالکیہ قول وجوب کی طرف گئے ہین اور عبارت ارکان سے اتفاق معلوم ہوتا ہی وایضاً منجملہ اُن کے دوسری یہ کہ بحر العلوم قبل اس عبارت کے لکھتے ہین ینبغی لمن حج ان یتوجہ بعد الفراغ من الحج الی المدینۃ لیزور قبر المصطفی لئلا یکون ممن حج وجفا انتہی اس سے ظاہر ہی کہ بحر العلوم قائل اس بات کے ہین کہ جو حج کرے اور زیارت کو نہ جاوے وہ جافی ہو اور یہ خلاف مقصد مولف ہی اسیوجہ سی مولف نے اس سے چشم پوشی کی اور یہ اول موضع ہو اون مواضع میں جنمین مولف نے تقصیر کی تیسرے یہ کہ بحر العلوم بعد عبارت منقولہ مولف کے لکھتے ہین ولا یحتاج فی ہذا الحکم الی دلیل سائد بعد التصدیق بانہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل الرسل ومن انکر ہذا کما نقل عن ابن تیمیۃ ومتبوعیہ فقد سفہ نفسہ وانکروا واضحات الاسلامیۃ وجحد طریق الوصول الی البرکات العظیمۃ وبالجملۃ ان انکار کون زیارۃ قبر الرسول من اعظم مہمات القربات والقول بانہ لا فائدۃ فیہا جہل عظیم وحرمان عن خیر عظیم وقول من لا عقل لہ ولا ادب لہ ولیشال ہذہ الاقاویل لا ینبغی ان تسمع بہا فضلا عن ان تظن بہا ومستند الالم بالحدیث الصحیح

لاتشد الرحال الا الی ثلثة مساجد المسجد الحرام و مسجدی ہذا و المسجد الاقصی دلیل علی غایۃ جہل المستدل فان المعنی لا تشد الرحال للصلوۃ فی مسجد ما سوی ہذہ المساجد انتہی اس سے معلوم ہوا کہ اعظم المندوبات سے مراد اعظم القربات ہے نہ مندوب جو مقابل سنت و واجب ہے کیونکہ انکار ابن تیمیہ کا جیسا کہ بعض کتب میں منقول ہے متعلق نفس قربت کے ساتھ ہے نہ مندوب بمعنی اخص کے ساتھ اور دلیل اول اسپر یہ ہے کہ بحر العلوم اعظم المندوبات ہونے پر اتفاق شافعیہ و مالکیہ نقل کرتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ بعض شافعیہ و بعض مالکیہ وجوب کی طرف گئے ہیں جیسا کہ مولف کو بھی اقرار ہے البتہ نفس قربت ہونے پر اتفاق شافعیہ و مالکیہ ہے پس لابد ہوا کہ اعظم المندوبات سے معنی عام لیے جاوین نہ معنی خاص آور یہ دوسرا موضع ہے اون مواضع میں سے جنمین مولف سے قطع و برید ہوئی فائدہ مخفی نرہے کہ مشہور یہ ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ منکر نفس قربت ہونے زیارت قبر نبوی کے ہیں لیکن تلامذہ اونکے اسکا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ منکر نفس قربت ہونیکے نہین ہین بلکہ منکر قربت ہونے سفر کے واسطے زیارت کے بحدیث نہی شد رحال کے ہین اور اس مسئلہ مین اونکے بعض علماء شافعیہ بھی موافق ہو گئے ہین اگرچہ جمہور محققین اس مذہب کو رد کرتے ہین چوتھی یہ کہ استشہاد مولف کا عبارت سمہودی سے محض غلط ہے اسواسطے کہ سمہودی نے مالکیہ اور حنبلیہ اور حنفیہ کی طرف قول قربت و ندب کو منسوب کیا ہے اور قربت و ندب کو حکم وجوب مین ہے جیسا کہ سابقا محقق ہو چکا لیکن احتیاج بمالکیہ و حنبلیہ اس عبارت سے کہاں ثابت ہوا پانچوین یہ کہ عبارت شافعی اور نووی و خطابی سے استحباب بعد زیارت کا بعد حج کے ثابت ہوتا ہے اور یہ مسئلہ علحدہ مختلف فیہا ہے کہ استحباب نفس زیارت پس استشہاد ان عبارات سے بھی درست نہین ہے چھٹے یہ کہ عبارت نووی مین جو لفظ ینبغی واقع ہے وہ نص استحباب مین نہین ہے کیونکہ عرف قدما مین ینبغی کا استعمال وجوب مین آتا ہے جیسا کہ رد المحتار مین کتاب الجہاد مین ہے المشہور عند المتاخرین استعمال ینبغی بمعنی یندب و لا ینبغی بمعنی یکرہ تنزیہا وان کان فی عرف المتقدمین استعمالہ فی اعم من ذلک وہو فی القرآن کثیر کقولہ تعالی ما کان ینبغی لنا ان نتخذ من دونک من اولیاء و قال فی المصباح و ینبغی ان یکون کذا معناہ یجب او یندب بحسب ما فیہ من الطلب انتہی قال ساتھیں یہ کہ کتب علماء مین استحباب پر اجماع منقول ہے حاشیہ شامی مین مندوبہ کی تحت مین مرقوم ہے ای باجماع المسلمین کما فی اللباب آور جذب القلوب مین لکہا ہے زیارت حضرت سید المرسلین باجماع علماء دین از فضل سنن و موکد مستحبات است انتہی اور سنن الہدی مین لکہا ہے واعلم ان زیارۃ النبی العربی القرشی المکی صلی اللہ علیہ وسلم سنۃ من سنن المسلمین مجمع علیہ بین علماء الدین اور شفاء قاضی عیاض مین ہے زیارۃ قبرہ علیہ السلام سنۃ من سنن المسلمین مجمع علیہا و فضیلۃ مرغب فیہا اقول یہ مخدوش ہے چند وجہ سے اول یہ نقل اجماع کا استحباب پر جس کتاب مین ہو مقبول نہین ہے کیونکہ بعض مالکیہ محقق قائل وجوب کے ہین اور حنفیہ بھی

صحیح ہین انظر الی ما قال و لا تنظر الی من قال و ممسئلے یہ کہ جبکہ کتاب ہین استحباب ندب پر اجماع منقول ہی اوس سی مراد وہان ندب بالمعنی الاعم ہی یعنی کبھی قربت مطلقہ نہ بمعنی ندب مقابل وجوب و سنت بدلیل اسکے کہ نا قلین اجماع خود ہی قول وجوب کو بھی نقل کرتے ہین چنانچہ صاحب جذب القلوب نے اجماع اولیٰ افضل سنن او ر او کد مستحبات ہونے کی نقل کی اور پھر قول قریب با وجوب کو بھی نقل کیا ہی کما مر سابقا تمیم شئے یہ کہ مراد سنت سی جو عبارت سنن الہدی اور شفا مین واقع ہی معنی لغوی ہی یعنی طریقہ بقرینہ لفظ من سنن المسلمین کے یہ مستحب ور اطلاق سنت کا اس معنی پر شائع و ذائع ہی چنانچہ ملا یعقوب حسن سید علی مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام مین لکھتے ہین اعلم ان المصنف یذکر السنۃ تارۃ حیث یقول و من سنتہ کذا والاعم الغالب سنۃ او نحو ذلک فیرید بہا سنۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم و تارۃ اخری یذکر و یرید بہا سنۃ اہل السنۃ و الجماعۃ و تارۃ یذکرہا و یرید بہا سنۃ السلف الصالحین و تارۃ یذکرہا و یرید بہا سنۃ اہل الاسلام و دین المسلمین و غیر ذلک فہذہ السنۃ بمعنی الطریقۃ انتہی چوتھے یہ کہ سنن الہدی مین بعد عبارت منقولہ کے لکھا ہی و قال الکرمانی من اصحابنا الحنفیۃ انہا مندوب و تقرب الی الوجوب فی حق من کان لہ سعۃ علی ما یدل علیہ الاحادیث انتہی بعد اسکے ابو عمرو سی اور ابن حجر سی بھی قول وجوب کو نقل کیا چنانچہ عبارت اوسکی بتمامہ کلام سابق مین مرقوم ہی آخر عبارت مین جملہ علی ما یدل علیہ الاحادیث سی ظاہر ہی کہ صاحب سنن الہدی بھی مائل الی الوجوب ہی اور مراد سنت سی اسکی عبارت سابقہ مین طریقہ ہی نہ مندوب مصطلح اور چونکہ یہ عبارت مخالف مسلک مولف کے تھی اسوجہ سی عبارت اولی پر اونہون نے اکتفا کیا یہ تیسری جگہہ ہی اون جگہون مین سی جہان مولف نے قطع و برید فرمائی **قال** جاننا چاہیے کہ سنت کا اطلاق جوان عبارات مین زیارت پر کیا گیا وہ منافی استحباب نہین ہی کیونکہ سنت کا اطلاق مستحب پر آتا ہی رد المحتار مین باب العیدین مین مرقوم ہی قال نوح افندی و حاصلہ تجویز اطلاق اسم المستحب علی السنۃ و عکسہ انتہی **اقول** سنت ان دونون عبارتون مین محمول ہی اوپر طریقہ متعارفہ کے نہ اوپر مستحب کے کما مر علاوہ یہ ہی کہ سنت کا اطلاق واجب پر بھی آتا ہی زاہدی مجتبی شرح مختصر قدوری مین تحت قول قدوری الجماعۃ سنت مؤکدہ لکھتے ہین ان اصحابنا فقد اختلفت الروایات عنہم فقیل انہا واجبۃ و قیل سنۃ مؤکدۃ غایۃ التاکید قلت الظاہر انہم ارادوا بالتاکید الوجوب انتہی اور بحر الرائق مین بھی ذکر صاحب البدائع و غیرہ ان القائل منہم ان الجماعۃ سنۃ مؤکدۃ لیس مخالفا فی الحقیقۃ بل فی العبارۃ لان السنۃ المؤکدۃ و الواجب سواء خصوصا ما کان من شعائر الاسلام انتہی اور صدر الشریعۃ شرح وقایہ مین باب العیدین مین تحت قول

مصنف وشرط لہا شرط الجمعۃ وجوبا واداء کے لکھتے ہین فادہٰذہ العبارۃ ان صلوٰۃ العید واجبۃ وہو روایۃ عن
ابی حنیفۃ وہو الاصح وقیل انہا سنۃ عند علمائنا فان محمدا قال عیدان اجتمعا فی یوم واحد فالاول سنۃ والثانی
فریضۃ فاجیب بان محمدا انما سماہا سنۃ لان وجوبہا بالسنۃ انتہی کہذا فی الہدایۃ وحواشیہا اور اگر نظر وسیع سے کتب
فقہا مین باب الاذان اور باب الجماعۃ کو ملاحظہ کیجیے گا صاف واضح ہوگا کہ اطلاق سنت کا وجوب پر عرف فقہا
مین شائع ہے پس لفظ سنت کا جو عبارت سنن اہدی وشفا مین واقع ہے اگر اس معنی پر محمول ہو کچھ نقصان نہین
ہے اور حمل کرنا اوسکا مستحب پر خلاف سوق عبارت ہے کما لا یخفی علی من لہ ادنی تدبر قال اگر کہا جاوے
کہ جیسا اطلاق سنت کا مستحب پر آیا ہے ویسا ہی اطلاق مستحب کا سنت پر بھی آیا ہے پس جن عبارات مین لفظ
استحباب ہے اوسکو سنت موکدہ پر کیون نہین محمول کیا جاتا ہے تو جواب اوسکا یہ ہے کہ قول بالسنۃ الموکدۃ صراحۃ
کسی سے منقول نہین ہے جیسا کہ ابلی سے حال منکشف ہوتا ہے بخلاف قول استحباب کے اقول انکار تصریح سنت
موکدہ کا کلیۃ غلط اسواسطے کہ بعض نے تصریح سنت موکدہ ہونیکی کی ہے منجملہ اونکے نجم الدین حنبلی ہین کہ جنکا
ترجمہ سیوطی حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرہ مین لکھتے ہین نجم الدین ابو عبد اللہ احمد بن حمدان الحرانی الحنبلی
العلامۃ الکبیر شیخ الفقہاء مصنف الرعایۃ الکبری انتہت الیہ معرفۃ المذہب مات بالقاہرہ فی صفر سنۃ خمس وتسعین
وستمائۃ انتہی چنانچہ تقی الدین سبکی شفاء الاسقام کے باب رابع مین لکھتے ہین قال نجم الدین فی الرعایۃ الکبری ویسن لمن فرغ
من نسکہ زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم وقبر صاحبیہ ولہ ذلک بعد فراغ حجہ وان شاء قبل فراغہ انتہی اور منجملہ اونکے
القاضی جمال الدین بن عبد اللہ ہین کہ جنکی وفات سیوطی نے سنۃ ثلاث وعشرین وثمانمائۃ لکھی ہے چنانچہ محمد بن عبد الباقی زرقانی
شرح مواہب لدنیہ مین تحریر کرتے ہین وقد صرح الجمال الاقفہسی فی شرح الرسالۃ بانہا سنۃ موکدۃ قال اگر کوئی شبہ کرے کہ
اجماع کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ بعض واجب اور بعض سنت موکدہ کہتے ہین تو دفع اسکا اسطور پر ہو کہ سنت موکدہ کہنا تصریحۃ
کسی سے منقول نہین ہے ہان بعض مالکیہ سے جو قول بالوجوب منقول ہے اوسکی دلیل دوسرے مالکیہ نے ساتھ سنت موکدہ
کے کی ہے جیسا کہ ابن حجر مکی ہیتمی درمنظوم مین لکھتے ہین وقال بعض المالکیۃ واجبۃ وقال غیرہ منہم معنی من السنن
الواجبۃ انتہی اور قریب بواجب جو لوگون نے لکھا ہے وہ بھی کچھ نص سنت موکدہ پر نہین بلکہ قریب وجوب کا
حمل مستحب پر بھی ہو سکتا ہے البتہ وجوب بعض مالکیہ یعنی ابو عمران سے منقول ہے اور ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اور
لوگ جو وجوب کے طرف گئے ہین وہ تقلید ابو عمران کی کئی ہین لیکن یہ قول رافع اجماع نہین ہو سکتا چند
وجوہ اقول اس کلام مین چند مناقشات ہین اول یہ کہ انکار تصریح سنیت قلت تتبع سے ناشی ہے

کیونکہ سابق گذر چکا کہ نجم الدین اور جمال الدین سے تصریح سنت ہونے کی ہے دوسرے
یہ کہ ابن حجر کی تصنیف کا نام در منظم ہے نہ در منظوم تیسرے یہ کہ حمل کرنا قریب واجب کا
مستحب پر بعید عن الفہم ہے بلکہ قریب واجب بحکم واجب ہے کما مر غیر مرۃ چوتھے یہ کہ ابو عمران
کے جو لوگ سابق ہیں وہ بھی قائل وجوب کے ہیں مثلاً امام ابو حنیفہ جیسا کہ عبارت جذب القلوب سے ظاہر ہے
قال وانہ کہ محتمل ہے کہ یہ قول ماؤل ہو جیسا کہ قاضی عیاض نے ابی عمر کے قول میں تاویل کی ہے شفاء قاضی
عیاض میں مرقوم ہے قال ابو عمر و انما کرہ مالک ان یقال طواف الزیارۃ و زرنا قبر النبی علیہ السلام لاستعمال
الناس ذلک بینہم لبعضہم لبعض و کرہ تسویۃ النبی علیہ الصلوۃ والسلام مع الناس بہذا اللفظ و ایضاً قال
الزیارۃ مباحۃ بین الناس و واجب شد الرحال الی قبرہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم یرید بالوجوب ہہنا وجوب
ندب و ترغیب و تاکید اور جیسا کہ صاحب آلی فاخرہ نے عمر نسفی کے قول میں تاویل کی ہے عبارت اوسکی یہ ہے
و یستحب الزیارۃ فی کل اسبوع و ما فی رسالۃ عمر النسفی انہ یجب الزیارۃ علی المؤمنین فی کل اسبوع فالمراد بہ الحق الثابت
لا الوجوب اقول بالفعل جو نسخہ پیش نظر ہے اوسمیں لفظ وجوب السنن ہے نہ وجوب ندب اور اگر ایسیہی باب
تاویل مفتوح کیا جاوے تو خصم نہیں کہ جن عبارات میں اوکد المستحبات واقع ہے اوس سے مراد بھی واجب ہے کیونکہ
مستحب کا اطلاق مطلق قربت پر بھی مراد ہے اور اوکد القربات واجب اور فرض ہے پس زیارت قبر نبوی بنابر
راجح ملیح صحابہ [illegible] بعد واجب ہو جائیگی اور منکر وجوب کو نہایت دقت پڑجانے کی قال دوم خلاف
جو مانع اجماع ہے وہ وہی ہے کہ جو بعد انعقاد اجماع میں ہوا اور یہ امر محل نزاع میں ممنوع ہے اقول یہ اجماع اہلا
میں شرط ہے اور اس مسئلہ میں جو در المختار اور جذب القلوب و سنن الہدی سے اجماع نقل کیا گیا ہے وہ
اجماع جملہ اہل اسلام و اہل علم ہے نہ اجماع اصطلاحی جو کتب اصول میں مذکور ہے اور اس اجماع میں ایک شخص
مسلم اور عالم کا انکار بھی مبطل اجماع ہوگا علاوہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں بعض مجتہدین نے مثل امام ابو حنیفہ کے
باقتضا عبارت جذب القلوب زیارت آنجناب کو مثل واجب کے حکم دیا پس اجماع عدم استحباب پر کہاں سے منعقد ہوا
اور اگر کہیے کہ اجماع استحباب قبل [illegible] خلاف منعقد ہو گیا تو اسکو ثابت کیجیے قال سوم خلاف ان
لوگوں کا مانع ہے جنکا خلاف باعث فساد ہو کہ اجماع میں معتبر ہے اور مخالفین استحباب کا اون میں سے ہونا غیر مسلم
ہے اقول یہی شرائط اجماع اصطلاحی سے ہے نہ اجماع متنازع کی شرائط سے کیونکہ اجماع لغۃ بمعنی عزم اور اتفاق
کے ہے اور اصطلاح میں عبارت ہے اتفاق جملہ مجتہدین ایک زمانہ سے اوپر ایک حکم شرعی کے اور یہی اجماع محبوث عنہ

علم اصول مین ہے اور یہ شروط بشرائطہا ہے اور شرط مذکور اسی اجماع کی ہے چنانچہ کتب اصول مین مصرح ہے
اور ما نحن فیہ مین صاحب در المختار نے اجماع مسلمین نقل کیا اور صاحب جذب اور سنن الہدی نے
اجماع علمائے دین نقل کیا اور کسی نے اجماع مجتہدین کا اطلاق نہین کیا پس خلاف ایک عالم کا بھی اس
اجماع کو باطل کر دیگا بلکہ خلاف ایک عامی جاہل کا بھی منافی اجماع مسلمین ہوگا مولانا ولی اللہ لکھنوی
شرح مسلم الثبوت مین لکھتے ہین لا یخفی علی المتدبر ان الاجماع الذی ہو احد ادلۃ الاحکام لا یتحقق الا باتفاق
المجتہدین فان قول العامی لا مدخل لہ فی ثبوت حکم اصلا واما ان ارید بالعموم الکل کالاجماع علی امہات الشرائع
کالصوم والصلوۃ والزکوۃ والحج وغیر ذلک فلا شبہۃ انہ لا یختص بالمجتہدین انتہی اور عبد العزیز بخاری تحقیق
شرح منتخب حسامی مین لکھتے ہین من لیس من اہل الرای والاجتہاد من العلماء لہ حکم العوام حتی لا یعتد بخلافہ کالمتکلم
الذی لا یعرف الا علم الکلام والمفسر الذی لا علم لہ بطریق الاجتہاد والمحدث الذی لا بصیرۃ لہ فی وجوہ الرای
وطرق المقاییس والنحوی الذی لا معرفۃ لہ بالادلۃ الشرعیۃ فی الاحکام واما ما لا یحتاج فیہ الی الرای فیشترک
فی درکہ الخواص والعوام کالصلوات الخمس مع وجوب الصوم والزکوۃ ونحوہا فیشترط فی انعقاد الاجماع فیہ اتفاق الکل
من الخواص والعوام حتی لو فرض خلاف بعض العوام فیہ لا ینعقد الاجماع انتہی **قال** اگر کہا جاوے کہ جس مستحب پر
اجماع منقول ہے مراد اوس سے عام ہے جو مستحب و سنت موکدہ و واجب کو شامل ہے تو اوسکا جواب بدو وجہ ہے
اول یہ کہ یہ تاویل محض لغو ہے کیونکہ مقصود اس مقام پر بیان حکم شرعی ہے اور حکم شرعی استحباب خاص ہے یعنی
مصطلح نہ عام دوسرے قول بالوجوب مین جسکی دلیل ضعیف ہے اور علما نے اوسمین تاویل کی ہے تاویل نہ کرنا اور
قول بالاستحباب مین جسکی دلیل قوی ہے اور کسی نے اوسمین تاویل نہین کی تاویل کرنا محض ترجیح بلا مرجح ہے
اقول جو لوگ کہ استحباب پر اجماع نقل کرتے ہین وہی قول وجوب کو بھی نقل کرتے ہین اس سے صاف ظاہر
ہے کہ مراد استحباب سے اونہون نے عام مراد لیا کیونکہ درمیان ذکر اجماع جمیع مسلمین یا جمیع علمائے دین کے اور استحباب خاص
کے اور درمیان ذکر قول وجوب کے تنافی واضح ہے افلم یکن لمولانا الکبار اولی الایدی والابصار العلم بہذا التنافی
الواضح والتناقض اللائح اور آپ نے جو دو وجہ جواب مین ذکر کین انمین سے وجہ اول مثل ہباء منثور کے ہے
اسواسطے کہ جسطرح استحباب خاص حکم شرعی ہے اسیطرح اثبات قربت بھی حکم شرعی ہے حموی حاشیہ اشباہ مین لکھتے ہین
ذکر شیخ الاسلام زکریا ان الطاعۃ فعل ما یثاب علیہ توقف علی نیۃ او لا عرف من یفعل لاجلہ او لا والقربۃ فعل ما یثاب
علیہ بعد معرفۃ من یتقرب الیہ وان لم یتوقف علی نیۃ والعبادۃ ما یثاب علی فعلہ ویتوقف علی نیۃ نحو الصلوات الخمس

والصوم والحج من کل ما یتوقف علی النیۃ قربۃ وطاعۃ وعبادۃ وقراءۃ القرآن والوقف والعتق والصدقۃ ونحوہا
ما لا یتوقف علی نیۃ قربۃ وطاعۃ ولیست بعبادۃ والنظر المؤدی الی معرفۃ اللہ تعالی طاعۃ لا قربۃ ولا عبادۃ۔

انتہی وقواعد مذہبنا لا تاباہ انتہی اگر یہ شک واقع ہو کہ مندوب ہونا زیارت نبوی کا بالمعنی الاعم امر ظاہر ہی
اوسکو ذکر کرنے کی اور اوس پر اجماع نقل کرنے کی کیا ضرورت تھی تو جواب وسکا یہ ہی کہ چونکہ بعض سے انکار
اسکی قربت ہونے کا منقول ہی اسوجہ سے فقہا نے اسکے بیان کرنے کو مہتم بہا سمجھا اور آپکے دوسرے وجہ کا جواب ہی
کہ بات بے دلیل بلا ضرورت کو مسدود کرنا ضروری ہی ورنہ جسکو جس مسئلہ کی دلیل نہ ملے گی یا ضعیف معلوم ہوگی وہ
اوسکی تاویل کر لیگا اور انتظام شریعت تہ وبالا ہو جائیگا **قال** اگر کسی کو خلجان ہو کہ ثبوت اجماع موقوف سند
متصل پر ہی تو جواب وسکا یہ ہی کہ یہاں اجماع لباب وغیرہ سے نقل کیا ہی اگر تمہارے نزدیک وہ معتبر ہین تو یہی کافی ہی
اور اگر نہین تو جتنی عبارات تائید وجوب کے لیے نقل کی گئی ہین اونکو قائل استحباب بھی تسلیم نہین کر سکتا
اقول یہ تقریر دائرہ مناظرہ سے خارج ہی بلکہ فروع مکابرہ ومجادلہ سے ہی کیونکہ مجیب کو معترض سے یہ کہنا کہ اگر تم
ہمارے قول النقل کو مسلم نہ کرو گے ہم بھی تمہارے قول النقل کو نہ مانین گے موافق علم مناظرہ کے جائز نہین
کتب مناظرہ کو ملاحظہ فرمائیے بعد اسکے میدان مناظرہ مین آئیے اور لباب وغیرہ اگرچہ خصم کے نزدیک مقبول ہین
لیکن نقل اجماع اوسکا … ہی اور … بالقرائن … غیرہ علاوہ یہ ہی کہ کسی کتاب کے معتبر ہونے سے
یہ نہین لازم … مرقوم ہو اگرچہ خلاف ثقات کے مقبول ہو جاوے اور عبارات تائید وجوب کی
تسلیم آپکو لازم ہوگی اسوجہ سے کہ خود آپ اس امر کے قائل ہین کہ بعضون کے نزدیک زیارت واجب ہی **قال** سنیے
حال سنت موکدہ ہونیکا قطع نظر اسکے کہ کسی سے منقول نہین ہی فی نفسہ محض بے اصل ہی کیونکہ اکثر فقہا کے
نزدیک سنت موکدہ مین مواظبت نبویہ شرط ہی اور اسکا فقدان محل نزاع مین بدیہی ہی اور موافق بعض کتب کے
مواظبت خلفاء راشدین سے بھی سنت موکدہ ہو جاتی ہی لیکن وہ بھی متحقق نہین مقام پر چند منع مین ہی **اقول**
یہ کلام چند سببون سے ساقط ہی وجوہ **اول** یہ کہ قول سنت موکدہ کا بھی منقول ہی تمام غیر مرتہ لیس سلب کلی اس
باب مین خطا ہی **دوسرے** یہ کہ بے اصل ہونا اس قول کا غلط ہی بلکہ اصل اوسکی اثر ابن عمر سے ثابت ہی کما سیاتی
اور دلیل معقول مقابلہ منقول کا نہین کر سکتے **تیسرے** یہ کہ انتساب اس امر کا کہ سنت موکدہ مین مواظبت
نبویہ شرط ہی طرف اکثر فقہا کی مطالب بنقل العبارات ہی یک جم غفیر فقہا کا مثل عینی وابن ہمام وعبد العزیز
بخاری صاحب کشف الاسرار وابن کمال پاشا وملا خسرو وصاحب نہر وصاحب البحر وغیرہم سنت موکدہ کو عام

مواظبت نبویہ کو سنت ہدی کرتے ہیں اور مواظبت خلفاء کو داخل سنت مؤکدہ کرتے ہیں چنانچہ عبارت ابن سبکی
تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ سید الابرار میں منقول ہو چکی ہے ... مواظبت خلفاء وصحابہ کی نص
سے ثابت نہیں ہوتی ہے لیکن صحابہ سے چند احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زیارت قبر نبوی زمانۂ خلفاء راشدین
میں شائع تھی مواہب لدنیہ میں ہے عن نافع عن ابن عمر انہ کان اذا قدم من سفر دخل المسجد ثم اتی القبر
المقدس فقال السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا ابا بکر السلام علیک یا ابتاہ انتہی اور زرقانی
شرح مواہب میں لکھتے ہیں وفی الشفاء عن نافع کان ابن عمر یسلم علی القبر ورأیتہ مائۃ مرۃ واکثر یأتی ویقول
السلام علی النبی السلام علی ابی بکر السلام علی ابی فظاہرہ ان ہذا کان دأبہ وان لم یسافر لانہ لم یسافر اکثر
من مائۃ مرۃ فحدث نافع تارۃ عن حالہ اذا قدم من سفر وتارۃ عن حالہ بدون سفر انتہی اور شفاء الاسقام فی
زیارۃ خیر الانام میں باب ثالث میں ہے ممن روی عنہ السفر الی زیارتہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم عنہ بلال بن رباح
مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سافر من الشام الی المدینۃ لزیارۃ قبرہ رویناہ ذلک باسناد جید
وممن ذکرہ الحافظ ابو القاسم بن عساکر وذکرہ الحافظ ابو محمد عبد الغنی المقدسی فی الکمال فی ترجمۃ بلال
فقال لم یؤذن لاحد بعد النبی علیہ السلام فیما روی الا مرۃ واحدۃ فی قدمۃ قدمہا الی المدینۃ لزیارۃ قبرہ
وقیل انہ اذن لابی بکر فی خلافتہ وممن ذکر ذلک الحافظ ابو الحجاج المزی ابقاہ اللہ تعالی وہا انا اذکر اسناد
ابن عساکر فی ذلک انبانا عبد المحسن بن خلف وعلی بن محمد بن ہارون قالوا اخبرنا القاضی ابو نصر محمد بن ہبۃ اللہ بن
محمد الشیرازی ... اخبرنا ابو القاسم علی بن الحسین بن ہبۃ اللہ بن عساکر الدمشقی قراءۃ علیہ انا اسمع قال اخبرنا ابو القاسم ابن طاہر
قال اخبرنا ابو سعد محمد بن عبد الرحمن قال اخبرنا ابو احمد محمد بن عبد الرحمن قال اخبرنا ابو احمد محمد اخبرنا ابو الحسن محمد بن الفیض قال
اخبرنا ابو اسحق ابن ابراہیم بن محمد بن سلیمان بن بلال بن ابی الدرداء حدثنی محمد بن سلیمان عن ابیہ سلیمان عن
ام الدرداء عن ابی الدرداء قال لما فتح عمر بن الخطاب بیت المقدس سأل بلال ان یقرہ بالشام ففعل ذلک ثم ان بلالا رای
فی منامہ النبی علیہ الصلوۃ والسلام وہو یقول لہ ما ہذہ الجفوۃ یا بلال اما ان لک ان تزورنی یا بلال فانتبہ
حزینا وجلا خائفا فرکب راحلتہ وقصد المدینۃ فاتی قبر النبی علیہ السلام فجعل یبکی عندہ ویمرغ وجہہ علیہ فاقبل
الحسن والحسین فجعل یضمہما ویقبلہما فقالا لہ یا بلال نشتہی ان نسمع اذانک ففعل فعلا سطح المسجد فوقف
موقفہ الذی کان یقف فیہ فلما ان قال اللہ اکبر اللہ اکبر ارتجت المدینۃ فلما ان قال اشہد ان لا الہ الا اللہ
ازدادت رجتہا فلما ان قال اشہد ان محمدا رسول اللہ خرجت العواتق من خدورہن وقالوا ابعث رسول اللہ

علیه الصلوٰة والسلام فما رئی یوما اکثر باکیا ولا باکیة بالمدینة بعد موت رسول الله من ذلک الیوم
کذا ذکرہ ابن عساکر فی ترجمة بلال انتہی اور یہی شفاء الاسقام میں ہے وقد استفاض عن عمر بن عبد العزیز
انه کان یبعث البرید من الشام یقول سلم لی علی رسول الله علیه الصلوٰة والسلام وممن ذکر ذلک ابن الجوزی نقلته
من خطه فی کتاب مثیر الغرام الساکن الی زیارة اشرف الاماکن وذکرہ ایضا الامام ابو بکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم
ووفاته سنة سبع وثمانین ومائتین فی مناسک له لطیفة جردها من الاسانید ملتزما فیها الثبوت فسفر بلال فی
زمن صدر الصحابة ورسول عمر بن عبد العزیز فی زمن صدر التابعین من الشام الی المدینة لم یکن الا للزیارة
والسلام علی النبی صلی الله علیه وآله وسلم ولم یکن الباعث علی السفر غیر ذلک لا من امر الدنیا ولا من امر الدین
لا من قصد المسجد ولا من غیرہ انتہی اور یہی شفاء الاسقام میں ہے وفی فتوح الشام انه لما کان ابو عبیدة
نازلا بیت المقدس ارسل کتابا الی عمر مع میسرة بن مسروق یستدعیه الحضور فلما قدم میسرة مدینة رسول الله
صلی الله علیه وعلی آله وسلم دخلها لیلا ودخل المسجد وسلم علی قبر رسول الله وعلی قبر ابی بکر الصدیق وفیه
ایضا ان عمر لما صالح اہل بیت المقدس وقدم علیه کعب الاحبار واسلم وفرح عمر باسلامه قال عمر رضی الله عنه له هل لک
ان تسیر معی الی المدینة وتزور قبر النبی علیه السلام وتتمتع بزیارته فقال نعم یا امیر المؤمنین انا افعل ذلک ولما
قدم عمر المدینة اول ما بدأ المسجد وسلم علی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم انتہی اور یہی شفاء الاسقام کے باب
سابع میں ہے قد روی ابو الحسن یحیی بن الحسن بن جعفر بن عبد الله الحسینی فی کتاب اخبار المدینة قال حدثنی عمر بن
خالد حدثنا یونس بن یحیی عن کثیر بن زید عن عبد المطلب بن عبد الله بن حنطب قال اقبل مروان
فاذا رجل ملتزم القبر فاخذ مروان برقبته وقال هل تدری ما تصنع فاقبل علیه فقال نعم انی لم آت الحجر ولم آت
اللبن انما جئت رسول الله علیه الصلوٰة والسلام لا تبکوا علی الدین اذا ولیه اهله ولکن ابکوا علیه اذا ولیه
غیر اهله وذلک الرجل ابو ایوب الانصاری قلت یونس ومن فوقه ثقات وعمر بن خالد لم اعرفه انتہی اور شمس الدین
سخاوی صاحب مقاصد حسنہ ارتیاح الاکباد بارباح فقد الاولاد کے باب ثالث میں تحریر کرتے ہیں قالت
فاطمة حین زارت النبی صلی الله علیه وآله وسلم وقد اخذت قبضة من تراب قبرہ فوضعته علی عینیها وبکت
وانشأت تقول ماذا علی من شم تربة احمد ان لا یشم مدی الزمان غوالیا صبت علی مصائب لو انها
صبت علی الایام صرن لیالیا انتہی اور نور الدین علی بن احمد السمہودی وفاء الوفا باخبار دار المصطفی میں
لکھتے ہیں روی عبد الرزاق باسناد صحیح ان ابن عمر کان اذا قدم من سفر اتی قبر النبی صلی الله علیه وعلی آله وسلم

فقال السلام علیک یا رسول اللہ و فی الموطا من روایۃ یحیی ان ابن عمر کان یقف علی قبر النبی صلی اللہ علیہ و علی
آلہ وسلم فیصلی علی النبی و علی ابی بکر و عمر و روی احمد بسند حسن کما رأیتہ بخط الحافظ ابی الفتح المراغی
المدنی قال حدثنا عبد الملک قال حدثنا ابن عمرو قال حدثنا کثیر بن زید عن داؤد بن صالح قال اقبل
مروان یوما فوجد رجلا واضعا وجہہ علی القبر فاخذ مروان برقبتہ ثم قال ہل تدری ما تصنع فاقبل علیہ
قال نعم انی لم آت الحجر انما جئت رسول اللہ سمعت رسول اللہ یقول لا تبکوا علی الدین اذا ولیہ اہلہ ولکن ابکوا
علی الدین اذا ولیہ غیر اہلہ انتہی اور در منظم میں ہے ہذا الحدیث اخرجہ احمد و الطبرانی والنسائی فیہ من ضعف
النسائی لکن وثقہ آخرون انتہی مخفی نہ رہے کہ بعض قاصرین اس حدیث سے اور حدیث قصہ بلال و قصہ زیارت
حضرت فاطمہ سے استناد کرکے کہتے ہیں کہ بوسہ دینا قبر کا اور چھونا واسطے برکت کے اور لپٹنا قبر کے ساتھ خصوصاً قبور
اولیاء اللہ کے ساتھ درست ہے اور یہ استناد انکا غلط ہے کیونکہ ان حضرات سے یہ امور حالت وجد اور بے اختیاری میں
صادر ہوئے ایسی صورت میں فاعل ان امور کا معذور ہے اس سے جواز ان امور کا حالت اختیار میں نہیں
ثابت ہوتا ہے اور اسی واسطے اور صحابہ سے ایسے امور مروی نہیں ہیں بلکہ حضرت انس وغیرہ سے نہی مروی ہے اور محققین
حنفیہ و شافعیہ و مالکیہ و حنبلیہ تصریح کرتے ہیں کہ اس طرح کے امور بدعت و مکروہ ہیں کسی قبر کے ساتھ خواہ
قبر رسول ہو یا قبر ولی ہو یا قبر مرشد ہو یا قبر والدین ہو ہرگز نہ چاہیے تفصیل اسکی منظم وغیرہ میں مبسوط
ہے اور بہی وفاء الوفاء میں ہے قال الحافظ ابو عبد اللہ محمد بن موسی بن النعمان فی کتابہ مصباح الظلام ان
الحافظ ابا سعید السمعانی ذکر فیما روینا عنہ عن علی بن ابی طالب قال قدم علینا اعرابی بعد ما دفنا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بثلثۃ ایام فرمی بنفسہ علی قبر رسول اللہ و حثی من ترابہ علی راسہ و قال یا رسول اللہ
قلت فسمعنا قولک و وعیت عن اللہ سبحانہ و کان فیما انزل علیک و لو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک فاستغفروا اللہ
الآیۃ و قد ظلمت نفسی و جئتک تستغفر لی فنودی من القبر انہ قد غفر لک انتہی اور بہی وفاء الوفاء میں ہے قال یحیی
فی کتاب اخبار المدینۃ لہ حدثنا ہارون بن موسی قال سمعت جدی علقمۃ یسئل کیف کان الناس یسلمون
علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل ان یدخل البیت فی المسجد قال کان یقف الناس علی باب البیت
یسلمون علیہ و کان الباب لیس علیہ غلق حتی ہلکت عائشۃ انتہی ان اخبار و حکایات سے زیارت کرنا
حضرت ابن عمر کا بارات کثیرہ او عمر کا اور فاطمہ اور ابو ایوب انصاری و بلال رضی اللہ عنہم کا اور صحابہ
رضی اللہ عنہم کا زمانہ خلفاء راشدین میں و بعد اوسکے ثابت ہے اور احتجاج ان سب اخبار سے و اخبار دیگر سے

کہ وفاء الوفاء وغیرہ مین مبسوط ہین یہ امر ظاہر ہوتا ہی کہ زیارت قبر نبوی مانند صحابہ خلفاء وغیر خلفاء ہین
اور زمانہ تابعین مین متداول تہی اور اسکی فضیلت و اہمیت اون حضرات کی اذہان مین متمکن تہی بلکہ
بعض اخبار سی سنت ہونا زیارت قبر نبوی کا بقول ابن عمر ثابت ہی اور بظاہر ستنا د قائلین بالسنتہ کا اسی
اثر کے ساتہہ ہی چنانچہ علامہ صدر الدین موسی بن زکریا حصفکی مسند امام اعظم مین لکہتے ہین ابو حنیفہ
عن نافع عن ابن عمر قال من السنة ان تاتی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قبل القبلة وتجعل ظہرک الی القبلة
وتستقبل القبر بوجہک ثم تقول السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ انتہی ملا علی قاری مکی مسند الامام
فی شرح مسند الامام مین لکہتے ہین ای سنة الصحابة رضی اللہ عنہم من الاستہتی اور موافق قاعدہ اصول حدیث کے
لازم ہی کہ اس اثر کا حکم مرفوع کا ہو کیونکہ قول صحابی من السنة نزدیک محدثین کے حکم مرفوع مین ہی حافظ عراقی
شرح الفیہ مین لکہتے ہین قول الصحابی من السنة کذا کقول علی من السنة وضع الکف علی الکف فی الصلوٰة
تحت السرة رواہ ابو داؤد فی روایة ابن داسة وابن الاعرابی قال ابن الصلاح الاصح انہ مسند مرفوع لان
الظاہر انہ لا یرید بہ الا سنة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم وما یجب اتباعہ انتہی اور قاضی بدر الدین ابن جماعة
اپنی مختصر مین لکہتے ہین قول الصحابی امرنا بکذا او نہینا عن کذا او امر بلال بکذا او من السنة کذا مرفوع عند
اہل الحدیث واکثر اہل العلم لظہور ان النبی علیہ السلام ہو الآمر وانہا سنتہ وقال الاسماعیلی وقوم لیس بمرفوع
والاول الصحیح سواء قال الصحابی ذلک فی حیاة النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم او بعدہ انتہی اور حسن طیبی
شارح مشکوٰة اپنی خلاصہ مین تحریر کرتے ہین قول الصحابی امرنا ونہینا او من السنة کذا مرفوع عند اہل الحدیث
واکثر اہل العلم انتہی وہکذا فی فتح المغیث شرح الفیة الحدیث للسخاوی وفتح الباقی بشرح الفیة العراقی لشیخ
زکریا الانصاری ومقدمة اصول الحدیث لابن الصلاح وغیر ذلک من کتب الفن پس باقتضای اس قاعدہ
کی قول ابن عمر کا من السنة حکم مین مرفوع کے ہوا اور اس سنت سی سنت نبویہ ارادہ کرنا ضرور ہوا اور سنت
نبویہ لازم الاتباع ہی لحدیث علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین پس زیارت قبر نبوی لازم ٹہری اور
سمہودی نے وفاء الوفا مین بہی اس اثر ابن عمر کو حکم مرفوع مین شمار کیا ہی عبارت اوسکی یہ ہی فی مسند
ابی حنیفة عن ابن عمر قال من السنة ان تاتی قبر النبی علیہ الصلوٰة والسلام من قبل القبلة وتجعل ظہرک
الی القبلة وتستقبل القبر بوجہک ثم تقول السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ اخرجہ الحافظ طلحة بن
محمد فی مسندہ عن صالح بن احمد عن عثمان بن سعید بن ابی عبد الرحمن المقرئ عن ابی حنیفة عن نافع عن ابن عمر

فقد تقرر ان قول الصحابی من السنۃ کذا محمول علی سنتہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم فلہ حکم المرفوع انتہت باقی رہے
اس مقام پر دو شک کہ متشککین کے اذہان میں بوقت معاینہ تحریر ہذا کے خطور کر سکتے ہیں بنا بر علیہ ہم ان
دونوں کا جواب لکھ دیتے ہیں تا ہر کسی متشکک کو جا چون و چرا کی باقی نہ رہے اور سنیت زیارت بمقتضائے اثر ابن
عمر تسلیم کرنا پڑے شک اول یہ ہے کہ رواۃ اس اثر میں امام ابوحنیفہ کوفی ہیں اور وہ بتصریح دارقطنی اور ابن
عدی اور ابن القطان ضعیف ہیں جواب اس شک کا یہ ہے کہ جرح مبہم امام ابوحنیفہ کی شان میں مقبول نہیں
اور نقادین حدیث امام کی توثیق کرتے ہیں اور جرح جارحین کو مردود کرتے ہیں بدر الدین قاضی القضاۃ
محمود العینی بنایہ شرح ہدایہ میں کتاب الکراہیۃ میں بعد ذکر حدیث ان اللہ حرم مکۃ فحرم بیع رباعہا واثمانہا کے لکھتے ہیں
اما قول ابن القطان وعلتہ ضعف ابی حنیفۃ فاساءۃ ادب وقلۃ حیاء منہ فان مثل الامام الثوری وابن المبارک
واضرابہما وثقوہ واثنوا علیہ خیرا فما مقدار من یضعفہ عند ہؤلاء الاعلام وقد اشبعنا الکلام فیہ فی مناقبہ
فی کتابنا الذیل انتہی اور کتاب الصلوۃ میں بعد ذکر حدیث من کان لہ امام فقراءۃ الامام قراءۃ لہ کے لکھتے ہیں
واسند یحیی بن معین عن ابی حنیفۃ فقال ثقۃ ما سمعت احدا ضعفہ وکان شعبۃ یقول ثقۃ من اہل الصدق ولم یتہم بالکذب
وکان مامونا علی دین اللہ صدوقا فی الحدیث واثنی علیہ جماعۃ من الائمۃ الکبار مثل ابن المبارک وسفیان
بن عیینۃ والاعمش وسفیان الثوری وعبد الرزاق وحماد بن زید ووکیع فقد ظہر لنا من ہذا تحامل الدارقطنی
علیہ وتعصبہ الفاسد فمن این لہ تضعیف ابی حنیفۃ وہو مستحق التضعیف وقد روی فی مسندہ احادیث
سقیمۃ ومعلولۃ ومنکرۃ وغریبۃ وموضوعۃ انتہی اور ابو عبد اللہ ذہبی کاشف میں تحریر کرتے ہیں النعمان بن
ثابت بن زوطا الامام ابوحنیفۃ فقیہ العراق مولی بنی تیم اللہ بن ثعلبۃ رای انسا رضی اللہ عنہ وسمع عطاء الاعرج
ونافعا وعکرمۃ وعنہ ابو یوسف ومحمد وابو نعیم افردت سیرتہ فی جزء انتہی شک دوم یہ ہے کہ حمل کرنا سنت کا اثر ابن
عمر میں سنت نبویہ میں نہیں ممکن ہے اس وجہ سے کہ سنت نبویہ عبارت ہے اوس فعل سے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی
آلہ وسلم سے مواظبت ثابت ہوئی ہو اور زیارت قبر نبوی میں یہ امر مفقود ہے جواب اسکا یہ ہے کہ یہ معنی سنت
کے اصطلاح فقہا میں ہیں اور یہ اصطلاح بعد قرن صحابہ کے حادث ہوئی اور ظاہر اقوال وافعال صحابہ سے یہ ہے کہ وہ
جس فعل پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے ترغیب بلیغ فرمائی اس طرح کی کہ جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ اگر
کوئی مانع نہوتا تو خود آنحضرت اس پر مواظبت فرماتے اوسکو بھی سنن نبویہ میں شمار کرتے تھے اور منجملہ
لوازم الاتباع کے اوسکو جانتے تھے اور ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قبر کی زیارت کی طرف ترغیب بلیغ

فرمائی ہے اور راوی حدیث من زار قبری وجبت له شفاعتی وحدیث من حج فزار قبری بعد وفاتی کان کمن زارنی
فی حیاتی وحدیث من جاءنی زائرا لا تعمله حاجة الا زیارتی کے خود ابن عمر ہیں پس ان دونوں نے بمقتضائے انہیں
ترغیبات بلیغہ کے زیارت قبر نبوی پر حکم سنیت کا دیا اور اگر زیادہ تحقیق اس بحث کی منظور ہو تو سعایہ فی کشف
ما فی شرح الوقایہ کو دیکھیے کہ اوس میں تعریفات سنت موکدہ کی جو فقہا سے منقول ہیں مقدوح کیے گئے ہیں اور
بعد تحقیق و تفصیل یہ کہا ہے کہ یہ توہم ہے قول النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم المتضمن للامر بالشیء مثبت للوجوب
علی ما ہو حقیقة الامر ما لم یخالف کتابا او قولا او سنة او اجماعا وما لم تنضم الیه قرینة تدل علی خلاف ذلک فان کان احد
من هذه الامور کان دلیلا علی عدم الوجوب اما علی الاستحباب او علی الاباحة وان لم یکن الامر صریحا لکنه اشتمل علی الوعید
للتارک والزجر علی الراغب عنه کان ذلک ایضا امارة للوجوب والترغیب الذی یبلغ حد التاکید لم ینضم معه
ما یدل علی الوعید امارة ثبوت السنة المؤکدة ومثله التقریر علی فعل والاهتمام بفعله وزیادة الرضا عن فاعله
وهو الذی سمیناه بالمواظبة التشریعیة فتدبر انتہی **قال** علاوہ اسکے صرف مواظبت خلفائے راشدین کا مفید
سنیت ہونا خلاف تحقیق ہے بدو وجہ اول یہ کہ اگر فرض کیجیے کہ ایک فعل ایسا ہے کہ اوس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی
آلہ وسلم نے مواظبت نہیں کی لیکن اوسکی رغبت دلائی ہے پس وہ فعل لا محالہ مستحب ہوگا اور بعد آنحضرت کے
خلفائے راشدین نے اوس مستحب پر بمقتضائے حدیث احب الاعمال الی الله ادومها وان قل مواظبت کی پس اگر خلفاء
کے مواظبت سے سنت موکدہ ہو جاوے تو ہم پوچھتے ہیں کہ آیا استحباب باقی رہا یا منسوخ ہو جائیگا بر تقدیر
اول اجتماع متنافیین لازم آتا ہے اور بر تقدیر ثانی لازم آئیگا نسخ اور حدوث دلیل شرعی بعد آنحضرت کے
اور یہ دونوں غیر متصور ہیں توضیح میں لکھا ہے واما الناسخ فہو اما الکتاب او السنة لا القیاس علی ما یاتی ولا الاجماع
اور تلویح میں مسطور ہے والجمہور علی انه لا ینسخ ولا ینسخ به لانه لا یکون الا عن دلیل شرعی ولا یتصور حدوثه بعد النبی علیه الصلوة
والسلام اگر کوئی شبہہ کرے کہ صورت مفروضہ میں ناسخ فعل خلفائے راشدین نہیں ہے بلکہ حدیث علیکم بسنتی و
سنة الخلفاء الراشدین جو موکدہ ہونے سنت خلفاء کی دلیل ہے پس جواب اوسکا یہ ہے کہ اس بنا پر لازم
آتا ہے کہ اجماع کا ناسخ ہونا بھی درست ہو کیونکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسوقت ناسخ اجماع نہوگا بلکہ وہ آیات و احادیث
جو حجیت اجماع کی دلیل ہیں بلکہ چاہیے کہ قیاس کا ناسخ ہونا بھی درست ہو جاوے **اقول** نسخ عبارت ہے
تبدیل حکم شرعی سے جو موقت اور مؤبد نہ ہو بدلیل شرعی متراخی پس اگر حکم شرعی مؤبد ہو تو نسخ اوسکا جائز نہیں ہے
اور اگر موقت ہو تو بعد آنے اوس وقت معینہ کے ارتفاع اوس حکم شرعی کا ہو جائیگا اور اوس ارتفاع پر اطلاق نسخ کا

نہ آئیگا ملا خسرو صاحب درر و غرر مرقاۃ الاصول میں لکھتے ہیں ہو ان یدل علی خلاف حکم شرعی دلیل شرعی متراخ
عن محله حکم شرعی لم یلحقه توقیت ولا تابید انتہی اور توقیت حکم کی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ توقیت صریح
بوقت معین ہو بایں طور کہ شارع کہدے کہ یہ حکم فلانے سال تک ہوگا اس صورت میں جب وہ سال آئیگا حکم نوع
ہو جائیگا نہ بوجود دلیل شرعی ناسخ بلکہ ببلوغ وقت مقرر اور مثال اس صورت کی احکام شرعیہ میں نادر الوجود
ہے تحقیق شرح منتخب حسامی میں ہے اما الاول فمثل ان یقول الشارع اذنت لکم ان تفعلوا کذا الی سنۃ کذا
او قال احللت الشئی الی عشر سنین او مائۃ سنۃ قال القاضی الوزیر لیس لهذا القسم مثال فی المنصوصات
شرعا وذکر فی بعض الحواشی ان مثاله قوله تعالی تزرعون سبع سنین دابا وقوله تعالی فعقروها فقال تمتعوا فی دارکم ثلثة ایام
ولیس بجید لان ذلک لیس من الاحکام الشرعیة وکلامنا فیها انتہی دوسری صورت یہ ہے کہ حکم شرعی
منوط بعلت ظاہرہ ہو اور توقیت حکم بوجود منشاء اسی نص حکم سے مفہوم ہوتی ہو اس صورت میں جب
وہ علت موجود رہیگی حکم ثابت رہیگا اور جب علت منتفی ہو جائیگی حکم بھی مرتفع ہو جائیگا اور اسکو
اصولیین ساتھ انتہاء الحکم بانتہاء سبب کے تعبیر کرتے ہیں اور نسخ سے اسکو مغائر سمجھتے ہیں مولوی ولی اللہ
شرح سلم الثبوت میں لکھتے ہیں فان قلت الفرق بین انتہاء الحکم بانتفاء موجبه کانقطاع سهم المؤلفة
قلوبهم مثلا وبین النسخ عسیر اذ ان کل نسخ انما هو من انتهاء مصلحة منوطة بالمنسوخ او غاية موجبة فلتسمیة
احدهما النسخ دون الاخر مجرد اصطلاح قلت لا شبهة فی کون الحکم منوطا بمصلحة موجبة له ولکن تلک المصلحة
قد تکون بحیث یفهم الفاحص ان الحکم منوط بها من کلام الشارع فیفهم تقادیره ببقائها فاذا علم انتفاءها
یحکم بانقطاع الحکم فهذا لیس بنسخ کالانقطاع الاخیر کانقطاع رخصة الافطار بالاقامة وانقطاع التکالیف بتمامها بالموت
وقد یکون بحیث لا یفهم من الخطاب لعدم ما یعلم به الفاحص ح اذا رفع کان نسخا انتہی تیسری صورت یہ ہے
کہ توقیت ایک حکم شرعی کے دوسرے نص سے صراحۃ یا دلالۃ معلوم ہو گئی کہ یہ حکم سابق جو نص سابق سے ثابت ہے
وہ فلانے وقت تک باقی رہیگا اس صورت میں جب وہ وقت جو دوسرے نص سے مفہوم ہوا آئیگا حکم نص سابق
کا ارتفاع بغیر نسخ توقیت ہو جائیگا مثال اسکی حکم جزیہ ہے کہ احادیث سے تقرر اسکا اہل ذمہ پر بلا توقیت ثابت
ہوا اور نص آخر نے اسکو موقت بوقت نزول حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کر دیا چنانچہ
ابو داؤد وغیرہ حدیث نزول عیسی میں روایت کرتے ہیں فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة موطے
مرقاۃ الصعود شرح سنن ابی داؤد میں لکھتے ہیں قال النووی معنی وضع الجزیة مع انها مشروعة فی هذه الشریعة

ان مخر وعینها مقیدة بنزول عیسی علیه السلام لما دل علیه هذا الخبر ولیس عیسی ناسخ الحکم الجزیة بل نبینا صلی الله علیه و
آله وسلم هو المبین لغایتها انتهی القول انتهی ہر گاہ یہ تفصیل ذہن نشین ہو گئی پس اب ہم شق ثانی المعتبر کو کہتے ہیں کہ جہت
صحابہ خلفاء راشدین ایک فعل مستحب پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اوس پر مواظبت کی ہو مواظبت کریں
استحباب اوسکا مرفوع ہو جائیگا اور حکم سنیت کا دیا جاویگا نہ اسوجہ سے کہ مواظبت صحابہ ناسخ استحباب ہوئی تا لازم آوے کہ
نسخ حکم شرعی کا بعد رسول اللہ کے ہوئی وہو باطل بلکہ اسوجہ سے کہ حکم استحباب بضم حدیث علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین کے
متغیر ہو گیا وقت مواظبت خلفاء راشدا اور جب مواظبت خلفاء واقع ہو گئی وہ حکم شرعی بدلالت اس حدیث توقیت کے مرفوع ہو گیا
ولاهابتة فیه اصلا اور اس سے اجماع و قیاس کا بھی ناسخ ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ اجماع اور قیاس قبیل آراء
امت سے ہی اور رائے موقت وموبد ومعرف توقیت حسن نہیں ہو سکتی بخلاف حدیث کے کہ ایک حدیث دوسری
حدیث کو موقت ہو سکتی ہی الحاصل ما نحن فیہ میں رفع حکم موقت ببلوغ وقت انتہا لازم آتا ہی نہ نسخ حکم شرعی
بعد وفات نبوی فاللازم لیس بمحال والمحال لیس بلازم قال دوم یہ کہ غیر نبی کا کوئی فعل یا قول یا تقریر دلیل
مستقل واسطے حکم شرعی کے نہیں ہو سکتا بلکہ محتاج سند اور کا ہی کہ اوس فعل یا قول یا تقریر کے سند کتاب
وسنت آنحضرت سے ہو بیان اسکا یہ ہی کہ صحابہ عموما اور خلفاء خصوصا مسائل میں باہم مناظرہ کرتے تھے
اور ہر واقعہ میں تلاش دلیل شرعی کرتے تھے اور ایک دوسرے کے قول کو رد کرتے تھے اور اگر اوسکی سند ظاہر یا خفی
کتاب وسنت سے نہیں پاتے تھے تو اوسکو بدعت میں داخل کرتے تھے پس اگر قول و فعل و تقریر خلفاء یا اہلبیت
یا دیگر صحابہ دلیل شرعی مستقل ہوتی تو امر مذکور کیونکر وقوع میں آتا علاوہ اسکے حدیث من احدث فی امرنا هذا
ما لیس منه فهو رد بخاری ومسلم میں موجود ہی حواشی مشکوۃ وغیرہ میں لکھا ہی والمعنی ان من احدث فی الاسلام
رایا لم یکن فیه من الکتاب والسنة سند ظاهر او خفی ملفوظا او مستنبطا فهو مردود علیه اس حدیث سے صاف ظاہر
ہوتا ہی کہ احداث ایسے امر کا کہ جسکی سند کتاب وسنت سے نہو کسیکو جائز نہیں نہ اہل بیت کو اور نہ خلفاء راشدین کو
اور نہ سائر صحابہ کو پس اگر فعل خلفاء راشدین دلیل مستقل ہوتا تو چاہیے کہ اونکے لیے احداث فی الدین جائز ہوتا
اور حال آنکہ حدیث سے ہر شخص کے لیے ناجائز معلوم ہوتا ہی کیونکہ کلمہ من کا الفاظ عموم سے ہی اور صحابہ و ائمہ
مجتہدین سے ایسے اقوال منقول ہیں جو اس پر دلالت کرتے ہیں روی البیہقی عن ابن مسعود انه کان یقول
لا یقلدن رجل رجلا فی دینه وکان عمر اذا افتی الناس یقول هذا رأی عمر فان کان صوابا فمن الله وان کان خطاء
فمن عمر وروی البیہقی عن مجاہد وعطاء انهما کانا یقولان ما من احد الا ومأخوذ من کلامه ومردود علیه الا رسول الله

وکان ابو حنیفۃ یقول لاینبغی لاحد ان یقول قولا حتی یعلم ان شریعۃ رسول اللہ تقبلہ کذا فی المیزان للشعرانی
اور غیر نبی کے فعل و قول و تقریر کی حجت مستقلہ نہونے پر ایک دلیل یہ ہے کہ حاکم شرع مین نہین ہے مگر اللہ تعالی اور
اسکے حکم کو دریافت کرنا غیر نبی کو متصور نہین مگر یا الہام سے یا رای محض سے یا کتاب و سنت یا قیاس سے جو
مستنبط ہو کتاب و سنت سے شقین اولین تو بدیہی البطلان ہین کیونکہ الہام غیر نبی و رای غیر نبی تو حجت
شرعیہ نہین اور بر تقدیر اخیر دلیل مستقل نہوئی بلکہ مستند ہوئی طرف کتاب و سنت کے پس اگر قول و فعل
و تقریر غیر نبی دلیل ٹھہرائی جاوے تو ہوگی مگر غیر مستقل پس مرجع اسکا اسوقت مین کتاب و سنت کی طرف
ہوگا اور کتاب و سنت سے جو حکم صراحۃ یا استنباطا اوسکے لیے ثابت ہوگا اسی کو اوسکا
مصداق ٹھہرایا جائیگا بعد تمہید اس امر کے جاننا چاہیے کہ مواظبت خلفاء فعل غیر نبی ہے
اور کوئی فعل غیر نبی دلیل مستقل نہین ہوسکتا اور دلیل غیر مستقل افادہ حکم مین تابع دلیل مستقل
کے ہوتی ہے پس حکم کا افادہ دلیل مستقل متبوع کریگی وہی حکم دلیل غیر مستقل سے بہی ثابت
ہوگا پس اگر دلیل متبوع افادہ وجوب کریگی دلیل تابع بہی افادہ وجوب کریگی اور اگر وہ افادہ سنت
کریگی تو یہ بہی افادہ سنت کریگی اور اگر وہ افادہ استحباب کرے گی تو یہ بہی افادہ استحباب
کریگی نہ یہ کہ خواہ نخواہ افادہ سنت موکدہ کرے اور قطع نظر متبوع سے کسی حکم کا افادہ نہین کرسکتی **اقول**
اس کلام مین چند طرح سے خدشات ہین **اولاً** یہ کہ دلیل مستقل سے کہ جسکو مولف منحصر کتاب و سنت مین
ٹھہراتے ہین اور اقوال و افعال صحابہ کو اوس سے خارج سمجھتے ہین معلوم نہین کہ کیا مراد لیا ہے اگر مراد یہ ہے کہ دلیل
مستقل وہ دلیل ہے کہ جو غیر کی طرف محتاج نہو اور فی ذاتہ مثبت احکام ہو تو اس معنی سے سنت نبویہ بہی
دلیل مستقل نہین بلکہ فرد اوسکا فقط کتاب اللہ ہے اسواسطے کہ سنت نبویہ بہی محتاج طرف کتاب اللہ کی ہے
کیونکہ اگر کتاب اللہ مین حکم امتثال امر نبوی کا نہوتا کیونکر قول نبی یا فعل نبی مثبت احکام ہوتا کتاب اللہ
اصل ہے مطلقا اور باقی سب فروع ہین اور کتاب اللہ تعالی کی طرف محتاج ہین عبد العزیز بخاری کشف الاسرار
شرح اصول بزدوی مین لکھتے ہین قدم المصنف الکتاب لانہ فی الشرع اصل مطلق من کل وجہ وبکل اعتبار
واعقبہ بالسنۃ لان کونہا حجۃ ثابت بالکتاب واخر الاجماع منہما لتوقف موجبہ علیہما انتہی اور علامہ
قاسم حنفی شرح مختصر منار مین لکھتے ہین قدم الکتاب لانہ اصل من کل وجہ واخر السنۃ من الکتاب لتوقف
حجیتہا علیہ واخر اجماع الامۃ عنہا التوقف حجیتہ علیہما واخر القیاس لانہ فرع بالنسبۃ الی الادلۃ انتہی اور

ملا خسرو حواشی تلویح میں تحریر کرتے ہیں قال الآمدی الاصل فیہا الکتاب لانہ راجع الی قول اللہ المشرع للاحکام
والسنۃ مخبرۃ عن قول اللہ وحکمہ ومستند الاجماع راجع الیہما واما القیاس والاستدلال ففرع تابع لہما انتہی
وہکذا فی شرح المنار لابن ملک والتحقیق وغیر ذلک اور سر اس میں یہ ہے کہ حاکم نزدیک اہل سنت کے نہیں
ہے مگر اللہ جل شانہ اور کوئی بشر خواہ نبی یا غیر نبی طاقت تشریع احکام بغیر حکم حق کے نہیں رکھتا ہے پس کلام الٰہی
مثبت احکام حقیقۃ وبالذات ہوگا اور کلام بشر خواہ نبی ہو یا مجتہد مثبت فی نفسہ نہیں ہو سکتا بلکہ کاشف
حکم الٰہی سے ہوگا پس سنت اور اجماع اور قیاس یہ سب دلیل غیر مستقل ہوئی اور دلیل مستقل بالمعنی المذکور منحصر
فی فرد واحد ہوئی اور اگر مراد دلیل مستقل سے وہ دلیل ہے جو اثبات احکام میں اور استدلال میں ساتھ اسکے محتاج
طرف غیر کے نہو یا وہ دلیل جسمیں اصل قطعیت ہو اگرچہ بسبب کسی عارض کے منتفی ہوگئی ہو تو یہ معنی کتاب و سنت
واجماع پر صادق آتے ہیں کیونکہ ہر ایک ان میں سے مستقل ہے بخلاف قیاس کے پس اس تقدیر پر اجماع
صحابہ قولی ہو یا عملی یا تقریری ہے کہ قول و فعل و تقریر غیر نبی ہے دلیل مستقل ٹھہری بلکہ اجماع مطلق مجتہدین کا خواہ
صحابہ ہوں یا غیر صحابہ بھی داخل ہوئے اور حصر کرنا مولف کا دلیل مستقل کو کتاب و سنت میں اور اخراج کرنا
فعل و قول و تقریر غیر نبی کو مطلقا غلط ہوا التحقیق شرح حسامی میں اور کشف الاسرار میں ہے لکن ثلثتہا مع تفاوت
درجاتہا حجج موجبۃ للاحکام قطعا ولا یتوقف فی اثبات الاحکام علی شیء فقدمت علی القیاس الذی یتوقف
فی اثبات الحکم علی المقیس علیہ انتہی اور تلویح میں ہے ثم الثلثۃ الاول اصول مطلقۃ لکونہا ادلۃ مستقلۃ مثبتۃ للاحکام
والقیاس اصل من وجہ لاستناد الحکم الیہ دون وجہ لکونہ فرعا للثلثۃ لابتنائہ علی علۃ مستنبطۃ من موارد الکتاب
والسنۃ والاجماع فالحکم بالتحقیق مستند الیہا واثر القیاس فی اظہار الحکم وتغییرہ وصفہ من الخصوص الی العموم ومن ہہنا
یقال الاصول ثلثۃ والاصل الرابع القیاس المستنبط من ہذہ الثلثۃ انتہی اور شرح منار لابن الملک میں ہے ان قلت
القیاس ان کان اصلا فلم لم یقل علم ان اصول الشرع اربعۃ وان لم یکن اصلا فلم قال والاصل الرابع القیاس
قلت للاشارۃ الی انحطاط رتبتہ لان القیاس اصل بالنسبۃ الی حکمہ فرع بالنسبۃ الی الثلثۃ او لانہ لیس بقطعی
بخلاف الثلثۃ فان قلت الآیۃ المأولۃ والعام المخصوص والاجماع المنقول الینا بالآحاد لیس بقطعی والقیاس بعلۃ
منصوصۃ قطعی قلت الاصل فی الثلثۃ الاول القطع وعدمہ بالعارض وامر القیاس بالعکس انتہی ملخصا و دوسرا
خدشہ یہ ہے کہ صحابہ کے باہم مناظرہ کرنے سے اور مسائل کو طرف کتاب و سنت کی راجع کرنے سے یہ نہیں لازم ہے کہ غیر صحابہ
کے واسطے انحصار دلیل کا دو فرد میں ہوجاوے و توضیح اسکی یہ ہے کہ دلیل حکم عبارت اوس چیز سے ہے جو مثبت حکم ہو

یعنی علم حکم اوس سے حاصل ہو خواہ محتاج طرف دوسرے کے ہو یا نہو جیسا کہ تلویح وغیرہ مین مصرح ہی اور مصداق اسکا باختلاف مستدلین مختلف ہی بہ نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے احکام کا ثبوت دو دلیل سے ہوتا تھا ایک وحی الٰہی متلو ہو یا غیر متلو دوم اجتہاد با غیر منصوص مین ابن حاجب مختصر الاصول مین لکھتے ہین المختار انہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کان متعبدا بالاجتہاد لنا اشیاء عفا اللہ عنک لم اذنت لہم ولو استقبلت من امری ما استدبرت لما سقت الہدی رد ابیع فیم ذلک فلو کان بالوحی قالوا وما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی قلنا بان الظاہر رد توہم افتراہ ولو سلم فاذا تعبد بالاجتہاد بالوحی لم ینطق الا عن وحی انتہی ملخصا اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت اون مسائل مین جنمین وحی نازل نہین ہوتی اجتہاد فرما کر حکم دیتے تھے اور جو مسائل کہ اونمین وحی نازل ہوئی اونمین موافق اوسی وحی کے ارشاد فرماتے تھے اور بہ نسبت صحابہ کے زمانہ حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم مین تین چیزین مدار اثبات احکام تہین ایک کتاب اللہ دوسرے سنت نبویہ تیسرے قیاس چنانچہ ابوداود وغیرہ نے روایت کی ہی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم اراد ان یبعث معاذا الی الیمن فقال کیف تقضی اذا عرض لک قضاء قال اقضی بکتاب اللہ قال فان لم تجد قال فبسنة رسولہ قال فان لم تجد فی سنة رسول اللہ ولا فی کتاب اللہ قال اجتہد برائی ولا آلو فضرب رسول اللہ بیدہ فقال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ لما یرضی رسول اللہ سیوطی تحت اس حدیث کے لکھتے ہین لہ شواہد موقوفة عن عمر وابن مسعود وزید بن ثابت وابن عباس وقد اخرجہا البیہقی فی سننہ عقیب تخریج ہذا الحدیث تقویة لہ انتہی اور بعد زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے چوتھی دلیل کا بھی وجود ہوا اور زمانہ نبوی مین اجماع صحابہ کی حاجت نتھی کما فی حواشی التلویح وغیرہا اور بہ نسبت تابعین وما بعد ہم الی یوم الدین کے چار دلائل احکام کے مقرر ہوئے ایک کتاب دوسرے سنت تیسرے اجماع چوتھی قیاس درمیان ان کے تین مستقل ہین اور قیاس غیر مستقل کما مر تفصیلہ اور چند احادیث سے مثل اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم واقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر وعمر وعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین وغیرہ سے جو تحفة الاخیار مین مبسوط ہین یہ امر صاف ظاہر ہوتا ہی کہ اقوال و افعال و تقریرات صحابہ بھی دلائل احکام شرعیہ کے واقع ہو سکتے ہین اور اثبات احکام شرعیہ مین ساتھ آثار صحابہ کے استناد کر سکتے ہین اور یہی طریقہ ائمہ مجتہدین اور سلف صالحین سے منقول ہی میزان شعرانی مین ہی روی ابوجعفر الشیزاماری بسندہ المتصل الی ابی حنیفة انہ کان یقول کذب واللہ وافتری علینا من یقول عنا اننا نقدم القیاس علی النص وہل یحتاج بعد النص الی قیاس وکان یقول نحن لا نقیس

الا عند الضرورة الشديدة وذلك انا ننظر اولا في دليل تلك المسئلة من الكتاب والسنة او اقضية الصحابة
فان لم نجد دليلا قسنا وفي رواية اخرى عن الامام انا ناخذ اولا بالكتاب ثم بالسنة ثم باقضية الصحابة و
في رواية اخرى انا نعمل اولا بكتاب الله ثم بسنة رسول الله ثم باحاديث ابي بكر وعمر وعثمان وعلي وفي رواية
اخرى انه كان يقول ما جاء عن رسول الله فعلى الراس والعين بابي هو وامي وليس لنا مخالفته وما جاء عن
الصحابة تخيرنا وما جاء عن غيرهم فهم رجال ونحن رجال وكان ابو مطيع البلخي يقول كنت يوما عند الامام ابي حنيفة
في جامع الكوفة فدخل عليه سفيان الثوري ومقاتل بن حيان وحماد بن سلمة وجعفر الصادق وغيرهم
من الفقهاء فكلموه قالوا قد بلغنا انك تكثر من القياس في الدين وانا نخاف عليك منه فان اول
من قاس ابليس فناظرهم الامام من بكرة نهار الجمعة الى الزوال وعرض عليهم مذهبه قال اني اقدم العمل بالكتاب
ثم بالسنة ثم باقضية الصحابة مقدما ما اتفقوا عليه على ما اختلفوا فيه وحينئذ اقيس فقاموا كلهم وقبلوا
ركبته ويده وقالوا له انت سيد العلماء فاعف عنا فيما مضى منا من وقيعتنا فيك بغير علم فقال غفر الله
لنا ولكم اجمعين انتهى ملخصا اور ائمہ اصول اپنی تصانیف میں ایک باب واسطے احتجاج کے ساتھ آثار صحابہ
معقود کرتے ہیں اور وہ بھی اقوال و افعال و تقریرات صحابہ کو راجح طرف سنت اور قیاس اور اجماع کی کرکے
قابل احتجاج ٹھہراتے ہیں منار الاصول میں ہے تقليد الصحابي واجب لاحتمال السماع من النبي عليه السلام
وقال الكرخي لا يجب تقليده الا فيما لا يدرك بالقياس وقال الشافعي لا يقلد احد منهم وقد اتفق عمل اصحابنا
بالتقليد فيما لا يعقل بالقياس كما في اقل الحيض وشراء ما باع باقل مما باع قبل نقد الثمن واختلف عملهم في غيره وهذا
الاختلاف في كل ما ثبت عنهم من غير خلاف ومن غير ان يثبت ان ذلك بلغ غير قائله فسكت مسلما والا كان
اجماعا انتهى اور شرح مسلم للمولوي محب الله میں ہے قال ابو بكر الرازي والبردعي والبزدوي والسرخسي
وصدر الاسلام [illegible] واتباعهم ومالك والشافعي في القديم واحمد في رواية قول الصحابي المجتهد فيما يمكن
فيه الراي اي في حكم يمكن اثباته بالقياس ملحق بالسنة فيقدم على القياس ويكون حجة على غيره لكن لا لمثله
من الصحابة بل لمن بعدهم من التابعين وتبعهم ونفى اي لحوق قول الصحابي بالسنة الشافعي في قوله الجديد
والكرخي من الحنفية وجماعة ومنهم القاضي ابو زيد ولكن الشافعي نفاه مطلقا سواء كان فيما يدرك
بالقياس ام لا وقيل انما يلحق بالسنة قول ابي بكر وعمر فقط وقول الصحابي فيما لا يدرك بالراي فعند
اصحابنا يلحق بالسنة اتفاقا فيجب تقليده وبه قال الشافعي في الجديد على ما حكاه السبكي عن الآمدي التقرير

انتہی ملخصاً وہکذا فی شرحی البزدوی للالہداد الجونفوری وعبد العزیز البخاری وشروح المنار والتوضیح
وحواشیہ وغیرہا ہرگاہ یہ تفصیل وتحقیق ذہن نشین ہو گئی پس اب سمجھنا چاہیے کہ چونکہ صحابہ کیواسطے
دلیل مستقل نہ تھی مگر کتاب وسنت اسواسطے وہ لوگ سند ان دونوں سے تلاش کرتے تھے بعد تلاش کے
اگر سند نہ ملتی تو اجتہاد فرماتے تھے اور جو لوگ کہ بعد صحابہ کے ہیں انکو واسطے چند دلیلیں مثبت احکام
ہیں کتاب وسنت واجماع وقیاس وآثار صحابہ اور یہ سب سوائے قیاس کے دلیلیں مستقل ہیں پس ان لوگوں کا
منصب یہ ہے کہ ہر دلیل مسئلہ کتاب سے تلاش کریں اگر نہ ملے تو سنت سے اگر نہ ملی تو آثار واقوال صحابہ
سے کہ یہ بھی راجع طرف سنت کے ہیں خصوصاً فی ما لا یدرک بالرای ہیں اگر نہ ملی تو اجماع سے اگر نہ ملے تو قیاس سے
پس آثار واقوال وافعال صحابہ کے حجیت سے انکار کرنا جیسا کہ مولف سے صادر ہوا خلاف معقول ومنقول ہے
تیسرا خدشہ یہ ہے کہ انحصار دریافت کرنے غیر نبی کا حکم کو الہام اور رائے محض اور کتاب وسنت اور قیاس
میں باطل ہے کیونکہ منجملہ صور دریافت کرنیکی اجماع ہے کہ وہ بھی دلیل قطعی مستقل ہے اور منجملہ اوسکی بہ نسبت متاخرین
متاخرین کے آثار صحابہ ہیں کہ وہ بھی کاشف عن السنۃ النبویہ ہیں اگر کہیے کہ جب آثار صحابہ کاشف من
قول النبی او فعلہ او تقریرہ ٹھہرے تو پھر دلیل مستقل کہاں باقی رہی تو ہم کہیں گے کہ بہ نسبت ہمارے آثار صحابہ
بھی دلیل مستقل ہیں بایں معنی کہ جب کبھی مسئلہ میں ہم حدیث مرفوع بعد تلاش کے نپاوینگے اور اقوال
صحابہ یا افعال اوس میں موجود ہونگی تو ہم انہیں آثار سے استناد کرینگے خواہ سند ان آثار کی ہم کتاب اللہ
یا سنت سے پاویں یا نپاویں کیونکہ آثار صحابہ کاشف عن آثار الرسول ہیں پس انکے ساتھ استناد کرنا
بعینہ استناد ساتھ سنت کے ہے اور یہ گمان نہیں کرسکتے کہ صحابہ بغیر سند اس امر کے قائل یا مرتکب ہوئے اور
اگر مجرد کاشف ہونا آثار صحابہ کا مضر استقلال ہے تو سنت نبویہ بھی دلیل مستقل نہ رہے گی کیونکہ وہ بھی کاشف
عن الحکم الالٰہی ہے بلکہ قرآن متلو بھی دلیل مستقل نہ ٹھہریگا کیونکہ وہ بھی کاشف عن الکلام النفسی ہے چوتھا
خدشہ یہ ہے کہ دلیل تابع کو یہ لازم نہیں کہ افادہ حکم مثل حکم متبوع کرے ملاحظہ کیجیے اجماع تابع ہے سند کے
کہ مستنبط ہو کتاب یا سنت سے اور کبھی سند اجماع مستفاد خبر واحد سے ہوتی ہے اور مفید ظن ہوا کرتی ہے
اور اجماع موافق اوس سند کے مفید قطع ہوتی ہے کما ہو مصرح فی کتب الاصول اسیطرح جائز ہے کہ مواظبت
صحابہ کہ تابع ہے کسی سند کے مفید سنیت ہو اور وہ سند مفید استحباب ہو پانچواں خدشہ یہ ہے کہ اگر
تبعیت حکم تابع کے واسطے حکم متبوع کی ضرور ہے ہم نے تسلیم کیجاوے تو کہہ سکتے ہیں کہ یہ اوس وقت ہے

جب کوئی نص دوسرے تابع کے حکم کے باب مین آئی ہو اور اگر کسی نص سے تعیین افادہ حکم تابع ہوگئی ہو
تو اوسوقت تابع در موافق اوسی نص کے افادہ حکم ہوگا اور یا نحن فیہ مین چند احادیث وارد ہین کہ
اوس سے فائدہ دینا مواظبت صحابہ کا سنیت کو معلوم ہوتا ہی پس خواہ نخواہ افادہ سنیت کریگی اور اگر
جب کہ نفس مواظبت خلفاء فی مواظبت کی نوعیہ مواظبت مفید سنیت بوجہ دلالت احادیث عدیدہ ہو سکتی ہی
اگر نفس مواظبت کی مفید سنیت سمجھا ہے وہ قابل جانا چاہیے کہ صاحب کلام مبرم نے بزعم خود اپنی رسالہ تحفۃ الاخیار
مین اس مذہب کو قوی کیا کہ مواظبت خلفای راشدین مفید سنیت ہو کیونکہ حق ہی اور چونکہ یہ بحث مخالف
تحقیق مذکورہ کے ہی اسلیے اوسکا رد لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہی اور چونکہ رسالہ مذکورہ عربی زبان مین تحریر ہی
اوسکا جواب بھی عربی ہی مین لکھا جاتا ہی قال اوسکا چند مواقع مین یہی ان الحدیث علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین
الحدیث ہل ہو یحتمل ان یراد بسنۃ الخلفاء کما ہو منطوق کلمۃ علیکم وحملہ علی المعنی المجازی مما یاباہ نظم السیاق لانہ
یلزم الجمع بین الحقیقۃ والمجاز فان السنۃ النبویۃ لازمۃ بلا ریب والحق ان کلمۃ علیکم لا یخلو اما ان یکون
محمولا علی الندب واما ان یکون محمولا علی اللزوم واما ان یکون محمولا علی کلیہما لا سبیل الی الاول لان اللزوم فی
السنۃ النبویۃ ایضا متحقق ولا سبیل الی الثالث ایضا للزوم الجمع بین الحقیقۃ والمجاز فتعین الثانی ...
اوساطہا ... عطف سنۃ الخلفاء ... فی حق احد ... ولو کان غرض النبی ...
ندب سنۃ الخلفاء من غیر لزوم ... الخلفاء بالذکر وجہ عندہ فان ہذا الامر ثابت فی اقتداء جمیع الصحابۃ
وحدیث اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر وعمر دلیل علی خصوصیۃ لزوم الاتباع بالشیخین ومواظبۃ النبی
علیہ السلام التی ہی اساس السنیۃ تنقسم الی قسمین احدہما المواظبۃ الفعلیۃ وہی بان یواظب رسول اللہ علی
فعل بنفسہ کالسنن الرواتب وغیرہا وثانیہما ان یواظب علی التشریع والامر بہ والترغیب فیہ کالاذان
للصلوۃ فانہ سنۃ موکدۃ بالاتفاق ... من العلماء مع انہ لم یفعلہ النبی علیہ الصلوۃ والسلام بنفسہ
ایضا ... ان یواظب ... کونہ سنۃ موکدۃ لیس الا المواظبۃ التشریعیۃ وکذلک تنقسم
مواظبۃ الخلفاء وانہا علی قسمین مواظبۃ فعلیۃ ومواظبۃ تشریعیۃ وکل من ہذہ الاربعۃ موجب للسنیۃ یاثم علیہ
تارکہا کما یدل علیہ حدیث علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین مع حدیث اقتدوا باللذین
من بعدی وغیر ذلک وہذا التفصیل ... ان الصحیح جمہور اصحابنا الائمۃ مستفاد من کلماتہم فی مواضع ان
سنۃ الصحابۃ لازم الاتباع وتارکہا آثم وان کان اثمہ دون اثم تارک السنۃ النبویۃ انتہی ملتقطا من مواضع

اقول فيه بحث من وجوه اما اولا فلانا لا نسلم انه على تقدير حمله على المعنى المجازي يلزم الجمع بين الحقيقة والمجاز لم لا يجوز ان يكون من قبيل عموم المجاز **اقول** قد رد صاحب التحفة الحمل على المعنى المجازي اولا بانه مما يابأه الفهم السليم وهذا شامل لعموم المجاز فانه ايضا معنى مجازي وهو بعيد عن الفهم المستقيم وثانيا بانه يلزم الجمع بين الحقيقة والمجاز وهذا خاص بما اذا اريد الحقيقة والمجاز كل منهما على حدة في وقت واحد ولا يجري في عموم المجاز ولم يدع صاحب التحفة ان الجمع بين الحقيقة والمجاز يلزم على جميع تقادير المجاز حتى يرد ما اوردتم **قال** اما ثانيا فلانا نختار انه محمول على الندب المقابل للوجوب واللزوم وقوله يلزم ان يكون سنة النبوية ايضا مندوبة قلت لا ضير في كون السنة المؤكدة النبوية مندوبة بالمعنى المقابل للوجوب اذ هو بهذا المعنى يشمل السنة المؤكدة ايضا في التلويح ما يأتي به المكلف ان تساوى تركه وفعله فهو المباح والا فان كان فعله اولى فمع المنع عن الترك واجب وبدونه مندوب وقال بعيده المراد بالمندوب ما يشمل السنة والنفل **اقول** كلمة عليكم واشباهه في كلام العرب موضوع لمعنى اللزوم وعليه جرى كلام المحدثين وغيرهم فقال عبد الغني النابلسي في الحديقة الندية في شرح حديث فعليكم بسنتي اي الزموا يقال عليك زيدا اي الزمه انتهى وقال علي العزيزي في السراج المنير شرح الجامع الصغير في شرح حديث عليك السمع والطاعة في عسرك ويسرك الحديث هو اسم فعل بمعنى الزم انتهى وقال في شرح حديث عليك بالصوم فانه لا مثل له اي الزمه وقال في شرح حديث عليك بالسجود الحديث اي الزم كثرة الصلوة وقال في شرح حديث عليك بتقوى الله والتكبير على كل شرف اي الزم فعل ما امره والكف عما نهى عنه وقال في شرح حديث عليك بحسن الخلق اي الزمه فان احسن الناس خلقا احسنهم دينا وقال في شرح حديث عليك بركعتي الفجر فان فيهما فضيلة اي الزم فعلهما وقال في شرح حديث عليك بكثرة السجود اي الزم الاكثار من صلوة النافلة وقال في شرح حديث عليكم بالصف الاول اي الزموا الصلوة فيه وامثال ذلك كثيرة فاعلم ان حمل عليكم في الحديث المتنازع فيه على اللزوم متعين لا يصار الى الندب لانه معنى مجازي والمجاز لا يصار اليه الا عند عدم صحة المعنى الحقيقي لما في حواشي التلويح لملا خسرو المجاز لا بد له من قرينة تمنع المعنى الحقيقي وترجح المجازي انتهى وفي التلويح ان الحقيقة اذا كانت مهجورة فالعمل بالمجاز اتفاقا والا فان لم يصر المجاز متعارفا فالعمل بالحقيقة اتفاقا وان صار متعارفا فعنده العبرة بالحقيقة لان الاصل لا يترك الا لضرورة انتهى وفي التحقيق انه انما وضع للفظ لمعنى ليكتفى به في افادة معناه فصار كانه قال ان اعلمتم اني تكلمت بهذا اللفظ فاعلموا اني عنيت به هذا المعنى فمن تكلم بلغة وجب ان يعلم

ذلک المعنی فوجب حمله عند الاطلاق علی حقیقته کیف وقد تحقق بالضرورة مبادرة الذهن الی فهم الحقیقة اقوی من مبادرته الی فهم المجاز انتهی فان قالت المانع عن ارادة المعنی الحقیقی ههنا هو ان سنة الصحابة لیست بلازمة ولو حمل علیکم علی اللزوم لزم ذلک قلت هذا عین المتنازع فیه فانه لم یدل دلیل آخر علی عدم لزوم سنة الصحابة وهذا النص قد دل علی ذلک بمعناه الحقیقی ولا قرینة تصرفه عن ذلک فانی ضرورة داعیة الی حمله علی الندب المقابل للزوم الذی هو معنی مجازی ولو جوز حمل الالفاظ علی المعانی المجازیة بغیر قرینة مانعة عن ارادة المعانی الحقیقیة لفسد انتظام الشرع اذ کل ما ورد فیه من الاوامر والنواهی یسری فیه احتمال المجاز

قال رابعا ثالثا فلانا نقول معارضة ان کلمة علیکم لا یخلو اما ان یکون محمولا علی اللزوم والوجوب واما ان یکون محمولا علی الندب اما ان یکون محمولا علی کلیهما لا سبیل الی الاول والا لزم ان تکون السنة النبویة وسنة الخلفاء واجبة ولا سبیل الی الثالث ایضا للزوم الجمع بین الحقیقة والمجاز فتعین الاوسط وخیر الامور اوساطها اقول هذا مدفوع بما مر من ان الندب معنی مجازی والمجاز لا یحمل علیه اللفظ الا عند تعذر الحقیقة وما نحن فیه لیس بمتعذر معناه الحقیقی هو اللزوم فلزم الحمل علیه لا یقال یلزم منه کون سنة الصحابة واجبة ولا قائل به لانا نقول اللزوم عبارة عن کون الفعل بحیث یؤاخذ علی ترکه وهو شامل للفرض والواجب والسنة المؤکدة فان تارک کل منها مؤاخذ اما تارک الاولین فبالعقاب واما تارک الثالث فبالملامة والعتاب کما صرح به فی البزازیة وغایة البیان والعنایة وجامع الرموز والتحقیق والتبیین ومرقاة الاصول وغیر ذلک وقد نقلت عباراتهم فی تحفة الاخیار ولما ثبت بالدلائل الاخر عدم فرضیة سنة الصحابة وعدم وجوبها ولعدم افتراض سنة النبی علیه السلام وعدم وجوبها بقی اللزوم فیهما بمعنی انه یعاتب تارکهما وهو معنی السنة المؤکدة ومن ظن ان اللزوم عین الوجوب فارادة اللزوم تستلزم افتراض السنن او وجوبها فقد خالف المعقول والمنقول قال رابعا فلانه لو کان غرض النبی علیه الصلوة والسلام من هذا الکلام لزوم سنة الخلفاء ما کان لتخصیص الشیخین بالذکر فی حدیث اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر وعمر وجه معتد به فان هذا الامر جار فی جمیع الخلفاء الراشدین اقول تخصیصهما بالذکر فی هذا الحدیث وان کان اقتداء جمیع الخلفاء لازما تنبیها علی انهما اول من یقتدی به بعد النبی صلی الله علیه وعلی آله وسلم وان الخلیفة بعده ابو بکر ثم عمر

قال خامسا فلان قوله ان الاذان للصلوة سنة مؤکدة باتفاق من یعتد من العلماء غلط فانه عند البعض فرض کفایة ولا شک فی کونه من الذین یعتد بهم اقول هذا غیر مخل بالمقصود فان الاکثر

قالوا بكونه سنة مع عدم المواظبة الفعلية فيه والاتفاق قد يطلق على قول الاكثر كما ذكره العيني في
شرح الهداية **قال** واما ثامنا وتاسعا فلان القول بتقسيم مواظبة الخلفاء الى المواظبة الفعلية والمواظبة
التشريعية قياسا على تقسيم المواظبة النبوية اليهما انما يصح لو كان التمسك في تقسيم المواظبة النبوية
حديث عليكم بسنتي وسنة الخلفاء فيقال ح ان لفظ السنة كما وقع بالنسبة الى النبي وعمم فكذلك
بالنسبة الى الخلفاء فليعمم وهو ممنوع لجواز ان يكون المواظبة التشريعية عند قائلها ثابتة بدليل آخر كقوله
تعالى ما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا ونحوه ودلالة حديث عليكم على ان كلا من هذه
الانواع الاربعة موجبة للسنة يأثم تاركها غير مسلمة لم لا يجوز ان يكون كلمة عليكم محمولة على الندب كما عرفت
آنفا **اقول** لا يجوز حملها على الندب كما عرفت سابقا والتقسيم المذكور غير موقوف على كون التمسك في
تقسيم المواظبة النبوية هذا الحديث بل الغرض ان السنة النبوية لما كانت منقسمة الى قسمين سواء كان هذا
الحديث او بغير ذلك وقد وردت مساواة السنة النبوية وسنة الخلفاء في هذا الحديث فلا بد ان تنقسم سنة
الخلفاء ايضا الى قسمين ولما كان لفظ عليكم محمولا على اللزوم لعدم صارف يصرفه دل الحديث المذكور على
اثم تارك السنتين باقسامهما **قال** واما عاشرا فلان سنة النبي وسنة الخلفاء مندرجة تحت لفظ عليكم فالتفرقة
بينهما مع كونهما مندرجتين بلفظ عليكم هل يجوز عندك ام لا على الثاني لا يصح قولك ان كان اثمه دون اثم
تارك السنة النبوية وعلى الاول لم لا يجوز التفرقة بينهما بان يكون السنة النبوية مؤكدة وسنة الخلفاء مستحبة
اقول هذه التفرقة غير جائزة كما مر غير مرة ان الحمل على عموم المجاز من غير ضرورة غير جائز بل وجب ان يحمل
عليكم على اللزوم ويكون كل من السنتين واجب الاخذ وكون احدهما ادون من الآخر في اللزوم لا يقدح في شيء
لانهما مشتركان في اللزوم بهذا الحديث بمعنى انه يؤاخذ تاركهما وما يكون اثم تارك احدهما اقل من اثم تارك
الآخر فامر آخر يثبت بالدلائل الاخر ولا يضر ذلك في اشتراكهما في نفس اللزوم **قال** واما ثامنا فلانه لو
سلم دلالة حديث عليكم بسنتي وحديث اقتدوا باللذين من بعدي على اللزوم فلا تثبت منه السنة
المؤكدة بل الثابت انما هو الوجوب كما صرح به البدر العيني في حديث اقتدوا حيث قال فاذا كان الاقتداء
بهما مأمورا به يكون واجبا وتاركه تارك الواجب يستحق العقاب والتفصيل ان حديث عليكم بسنتي وحديث اقتدوا
لا يدل على كون سنة الخلفاء والشيخين سنة مؤكدة اصلا لان لفظ عليكم اما ان يكون محمولا على الوجوب
واما ان يكون محمولا على الندب واما ان يكون محمولا على كليهما ولا دلالة على تقدير على كونها سنة مؤكدة لما

على الاول فلان فيه احتمالين الاول ان يراد به وجوب اخذ السنة فحسب لا وجوب السنة الماخوذ بها والثانى ان
يراد به وجوب السنة الماخوذ بها على الاول معنى السنة الماخوذة اعم من ان يكون فرضا او واجبة او سنة
موكدة او غير موكدة فلا يثبت كونها سنة موكدة وعلى الثانى يلزم وجوب السنة لا كونها سنة موكدة واما
على الثانى فلان المندوب يشمل السنة الموكدة وغيرها واما على الشق الثالث فعدم ثبوت السنة الموكدة ظاهر
اقول عليكم موضوع فى اللغة للزوم وهو اعم من الوجوب كما مر لا انه عين الوجوب المصطلح فان هذا الوجوب
المصطلح قد حدث بعد استقراء اللغة بزمان كثير بل بعد زمان النبى عليه الصلوة والسلام ايضا ومن ثم تعقب
من استدل بحديث غسل الجمعة واجب على كل محتلم على وجوب غسل الجمعة بان الوجوب المصطلح لم يكن فى الزمن
النبوى بل حدث بعده فلا يمكن ان يراد ذلك فى كلامه فاذن يحمل عليكم على اللزوم بمعنى ان يواخذ
تاركه واو نا السنية فيحمل عليه لثبوت ان السنن النبوية ليست بلازمة لزوم الوجوب فضلا عن سنن الخلفا
وبهذا ظهر ما فى التفصيل المذكور فانه قد ذكر شقوقا باطلة واعرض عن ذكر التقدير الصحيح وهو مطلق اللزوم
قال ولعلم ان حمل لفظ عليكم على الوجوب اقرب الى الصواب لانه معنى حقيقى وما امكن المعنى الحقيقى لا يصار
الى المعنى المجازى ومقابلة اياكم ومحدثات الامور ايضا تقتضى حمل عليكم على المعنى الحقيقى كيف واياكم محمول
على المعنى الحقيقى اعنى التحريم الذى يشعر عنه قوله عليه السلام وكل ضلالة فى النار وقوله عليه السلام تمسكوا
بها وعضوا عليها بالنواجذ ايضا يؤيد المعنى الحقيقى لكن يجب ان يراد به وجوب الاخذ لا وجوب الماخوذ
به فان كان السنة اى الطريقة فرضا فالاخذ على وجه الفرضية وان واجبة فعلى سبيل الوجوب وان سنة موكدة
فعلى طريق السنية وان مستحبا فعلى طريق الاستحباب حتى لا يلزم كون السنة واجبة ولا يلزم من حمله على الوجوب
كونها سنة موكدة كما عرفت **اقول** كون الوجوب الخ معنى عليكم الحقيقى ممنوع كما مر غير مرة بل معناه
مطلق اللزوم وما امكن المعنى الحقيقى لا يصار الى المجازى ومقابلته اياكم الدال على التحريم لا يدل على حمل عليكم
على الوجوب المصطلح كما لا يخفى على من تدبر **قال** واما تاسعا فلان لفظ سنتى وسنة الخلفاء اعم من
ان يكون سنة موكدة او غيرها فلو حمل على اللزوم يلزم ان تكون السنة الغير الموكدة ايضا موكدة **اقول**
قد خصصت الغير الموكدة من السنة بدلائل اخر دالة على ان افعال النبى صلى الله عليه وعلى آله وسلم التى فعلها
احيانا غير لازم اخذها وليس هذا تخصيصا بغير مخصص بل بمخصص **قال** واما عاشرا فلانه يحتمل ان يكون
المراد بسنة الخلفاء هو السنة النبوية لا غير فالمعنى الزموا الطريقة التى انا عليها وخلفائى وهذه الطريقة واحدة

کما یشعر علیہ قولہ علیہ السلام ما انا علیہ و اصحابی فان الاصل فی العطف المغایرۃ کما ہو مذکور فی المختصرات فالاصیار الی غیرہ بلا ضرورۃ **اقول** ای ضرورۃ دعتکم الی ابداع الاحتمال وای امر اضطرکم الی ہذا الاعتلال اثبت عندکم من دلیل آخر عدم لزوم سنۃ الخلفاء ام ہذا مجرد رایکم وقد حدث فی زماننا من ابدع الاحتمالات فی الآیات القرآنیۃ والاحادیث النبویۃ فانکر الضروریات الدینیۃ والواجبات العینیۃ فیا للہ من فتنۃ الاحتمال لہی فتنۃ عمیاء صماء اعاذنا اللہ منہا ومن امثالہا **قال** اور قول بالوجوب کا یہ حال ہے کہ یہ قول نہ تو مجتہدین فی الشرع سے مانند ائمہ اربعہ کے منقول ہے اور نہ مجتہدین فی المذہب سے جیسے ابو یوسف و محمد وغیرہما اور نہ مجتہدین فی المسائل سے جیسے خصاف و طحاوی و کرخی و شمس الائمۃ حلوانی و سرخسی و بزدوی و قاضی خان وغیرہم اور نہ اصحاب تخریج سے جیسے رازی اور نہ اصحاب ترجیح سے جیسے ابو الحسن قدوری و صاحب ہدایہ اور نہ اصحاب متون سے جیسے صاحب کنز و صاحب مختار و صاحب وقایہ اگر منقول ہے تو انہیں فقہاء سے جو طبقہ سابعہ میں داخل ہیں کہ غث اور سمین اور رطب و یابس میں فرق نہیں کر سکتے اور اکثر قائلین بالوجوب کا استدلال حدیث من حج ولم یزرنی فقد جفانی سے ہے اور یہ حدیث قطع نظر اس سے کہ اکثر محدثین اسکو موضوع اور بعض محدثین ضعیف لکھتے ہیں وجوب پر دلالت نہیں کرتے کیونکہ لفظ جفا تو حدیث من بدا جفا میں بھی آیا ہے اوسکی نسبت مجمع البحار میں مرقوم ہے ای من خرج الی البادیۃ او سکن فیہا غلظ طبعہ لقلۃ مخالطۃ الناس انتہی پس اگر یہ لفظ وجوب پر نص ہو تو چاہیے کہ شہر کا رہنا بھی واجب ہو جاوے اور بادیہ کا رہنا حرام اور حال آنکہ اسکا کوئی قائل نہیں **اقول** یہ کلام مخدوش ہے ساتھ چند وجوہ کے **اول** یہ کہ سابقاً آپنے جذب القلوب سے نقل کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ قائل قرب وجوب کے ہیں اور آپ خود قول محقق میں تسلیم کر چکے کہ قرب وجوب و وجوب دونوں متقارب ہیں پس انکار کرنا اسکا کہ یہ قول کسی مجتہد سے منقول نہیں چشم پوشی ہے **دوسری** یہ کہ قول وجوب کو یک طائفہ فقہاء نے جو کہ معتمد علیہم و مستند الیہم تھے نقل کیا اور بعضوں نے بطور خود بغیر نقل تحریر کیا جیسا کہ عبارتیں اونکی کلام سرمہ میں مرقوم ہیں منجملہ اونکے شرنبلالی ہیں اونکی شان میں خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر میں لکھتے ہیں الشیخ العمدۃ حسن الشرنبلالی مصباح الازہر وکوکبہ المنیر لو رآہ صاحب سراج الوہاج لاقتبس من نورہ او صاحب الظہیریۃ لاستغنی عند ظہورہ او ابن الحسن لکان الثناء علیہ صاحب التحریرات والرسائل التی فاقت وکان احسن الفقہاء فی زمانہ مات سنۃ

تسع وتسعين والف انتهى ملخصاً آور منجملہ اونکے کمال الدین ابن الہمام ہین کہ جنکی عادت یہ ہی کہ جس مسئلہ کی دلیل ضعیف
یا غیر صحیح پاتے ہین اوسکو بلا تردد مجروح کردیتے ہین اگرچہ جمہور حنفیہ اوسکے قائل ہون ونعمت العادة ہی
مگر قول وجوب کو نقل کرکے اونہون نے کچھ تعرض نہ فرمایا سیوطی حسن المحاضرة فی اخبار مصر والقاہرة مین
لکھتے ہین کمال الدین محمد بن عبد الواحد السکندری المعروف بابن الہمام تفقہ علی السراج قاری الہدایۃ و
تقدم علی اقرانہ فی انواع العلوم من الفقہ والاصول والنحو وغیرہا وکان علامۃ جدلیا مات سنۃ احدی وستین
وثمانمائۃ انتہی ملخصاً آور طبقات تمیمی مین ہی لہ تصانیف منہا کتاب التحریر الذی لم یؤلف فی الاصول مثلہ
والمسایرۃ فی العقائد وشرح الہدایۃ المسمی بفتح القدیر ولا نظیر لہ اور صاحب بحر رائق نے شرح کتاب القضاء مین
ابن ہمام کو ارباب ترجیح سے معدود کیا ہی عبارت اونکی یہ ہی قد وقع للمحقق ابن الہمام فی مواضع الرد علی المشائخ
فی الافتاء بقولہما بانہ لا یعدل عن قولہ الا بدلیل لکن ہو اہل للنظر ومن لیس باہل فعلیہ الافتاء بالقول بالامام
والمراد بالاہلیۃ ان یکون عارفا ممیزا بین الاقاویل لہ قدرۃ علی ترجیح بعضہا علی بعض انتہت اور منجملہ اونکے
صاحب منح الغفار ہین محبی اونکے ترجمہ مین تحریر کرتے ہین شمس الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب التمرتاشی الغزی
تفقہ علی صاحب البحر والامام امین الدین بن عبد العال وغیرہما وصار مرجع ارباب الفتاوی والف التالیف
العجیبۃ منہا شرح الکنز وحواشی الدرر وشرح الوقایۃ واحسن تصانیفہ تنویر الابصار وشرحہ منح الغفار توفی
سنۃ اربع والف انتہی ملتقطاً آور منجملہ اونکے علامۂ ہند عبد الغنی بن احمد بن عبد القدوس گنگوہی ہین کہ
علمائے زمان سلطان اکبر سے ہین اور حرمین شریفین جاکے کتب حدیث ابن حجر مکی سے حاصل کین ترجمہ اونکا منتخب
التواریخ مین بشرح وبسط مذکور ہی اگر کسی کو شبہہ ہووے کہ جب ابن ہمام ارباب ترجیح سے ہین تو اونکا قول باب
تراویح مین کیون نہین مقبول ہوتا ہی تو جواب اوسکا یہ ہی کہ یہ قول اونکا مخالف معنی حقیقی نص صریح کے ہی
اسوجہ سے مقبول نہین ہوسکتا کیونکہ حدیث علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین سے صاف لزوم سنۃ
خلفاء ثابت ہی اور عمل کرنا اوسکا مذہب پر جیسا کہ ابن ہمام نے کیا بلا وجہ موجہ ہی اور اسیوجہ سے بحر العلوم نے
کہ رسائل الارکان مین اکثر مواضع مین تحقیقات ابن ہمام کو پسند کرتے ہین اس مقام پر تحقیق جمہور کو
پسند کیا عبارت اونکی بحث تراویح مین یہ ہی سنۃ علینا لا شک فیہ لان سنۃ الخلفاء الراشدین سنۃ
صلی اللہ علیہ وسلم فی الالزام والاساءۃ بالترک فانہ قال علیہ السلام فی موعظۃ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین
ومحدثات الامور ما حدث بعد زمان الخلفاء کخطبۃ مروان قبل الصلوۃ للعید وجعل الجوزۃ معقوصۃ فی الاموال

الربوبیة اذا قوبلت بجنبہما حدث فی زمن معاویة وما حدث من الخلفاء الراشدین فسنة بلا شک یجب الاخذ
بہا واتباعہا بالنص القاطع انتہی اور قول نمبر جو آپنے اختیار کیا اوسکو قول محقق مین فتاوی عالمگیری
اور رد المحتار اور در مختار سی نقل کیا اور مصنفین انکی نہ مجتہدین سی ہین اور نہ اصحاب ترجیح سی اور نہ اصحاب
تخریج سی اور نہ اصحاب متون سی بلکہ فتاوی عالمگیری کے جامعین کا حال مجہول ہی اور رد المحتار کی مصنف
کو عرصہ قلیل ہوا کہ انہونے انتقال کیا اونکا حال نہین معلوم کہ کیسے تہی اور در مختار کے نسبت اشباہ
بعلی شرح اشباہ مین لکہتے ہین قال شیخنا صالح لا یجوز الافتاء من الکتب المختصرة کالنہر وشرح الکنز للعینی
والدر المختار او لعدم الاطلاع علی حال مصنفیہا کشرح الکنز لملا مسکین وشرح النقایة للقہستانی او لنقل الاقوال
الضعیفة فیہا کالقنیة للزاہدی فلا یجوز الافتاء منہ الا اذا علم المنقول عنہ واخذہ منہ ہکذا سمعتہ منہ وہو
علامة فی الفقہ مشہور انتہی اگر کوئی شبہہ کرے کہ عالمگیری وغیرہ مین قول نمبر ب کو بلفظ قال مشائخنا
ذکر کیا ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ قول قدماء حنفیہ کا ہی تو جواب اوسکا یہ ہی کہ مشائخنا کی تعیین کسی کتاب
مین نہین ہی کہ اس سے کون کون مراد ہین اور بغیر تعیین کے کیونکر یہ قول منسوب قدماء ہو سکتا ہی
خلاصہ یہ ہی کہ قول ج جو سبہی کتب معتبرہ مین مرقوم ہی پس اگر کسی نے موافق اوسکی بعد انضمام حدیث جفانی
کے فتوی دیا تو کیا نقصان واقع ہوا تیسری یہ کہ حدیث جفانی کو اکثر محدثین کا موضوع کہنا
کہان سی ثابت ہوا قول محقق مین آپنے صغانی اور زرکشی اور ابن جوزی اور ذہبی اور ابن عبد الہادی سے
حکم وضع کا نقل کیا اور کلام مرسے مین یہ امر محقق کر دیا گیا کہ صغانی اور ابن جوزی مبالغین فی حکم الوضع سی
ہین اونکا اعتبار نہین اور ابن حجر نے لکہدیا کہ ذہبی نے حکم وضع کا بتبعیت ابن جوزی کے دیا باقی رہی
زرکشی اور ابن عبد الہادی پس بعد ثابت ہونے اس امر کے کہ ان دونون نے بتبعیت مبالغین کے حکم نہین دیا
بلکہ خود رواة کی تفتیش کر کے حکم دیا ان دو کی حکم سی اکثر کا حکم کہان سی لازم آیا اور اس حدیث کی عدم وضع
کا حال عنقریب واضح ہوگا انشاء اللہ تعالی چوتہی یہ کہ معنی جفا کے لغت مین چند معدود ہین چنانچہ قاموس
مین ہی جفا جفاء وتجافی لم یلزم مکانہ واجتفیتہ ازلتہ عن مکانہ وجفا علیہ کذا ثقل الجفاء نقیض الصلة
ویقصر جفاہ جفوا وجفاء ورجل جافی الخلقة والخلق کز غلیظ انتہی اور جزری نہایة غریب الحدیث مین تحریر
کرتے ہین فی الحدیث اذا سجدت فتجاف وہو من الجفاء البعد عن الشیء یقال جفاہ اذا بعد عنہ واجفاہ
ابعدہ والجفاء ایضا ترک الصلة والبر ومنہ حدیث البذاء من الجفاء بالذال المعجمة الفحش من القول وفی آیت

الآخر من بد اجفا بالدال المہملہ ای جن سلطن فی الجادیۃ غلط طبعہ نقلہ عنی الغلۃ النائش و الجفاء غلظ الطبع ومنہ صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم لیس بالجافی انتہی ان عبارات سے ظاہر ہو کہ جب جفا متعدی مفعول کیطرف بلا واسطہ ہوتا ہی معنی اوسکے ضد صلہ کریا لیتنگ ہونیکے ہین اور جفا بمعنی غلظ طبع کے ہی وہ لازم ہی پس حکمکہ حدیث جفانی مین جفا متعدی ہی لا بد معنی اوسکے ترک بر وصلہ کے اور ظلم کے ہونگے اسیواسطے قسطلانی شرح بخاری مین لکھتے ہین الجفا اذی اللاذی حرام فتجیب لزیارتہ او انابۃ الجفاء جبتہ انتہی اور حدیث من بد اجفا مین چونکہ جفا متعدی مفعول کیطرف نہین ہی اسواسطے معنی لازم پر محمول ہوا اور اگر جفانی مین کوئی اور معنی لیے جاوین معنی مہمل ہو جاوینگے فکم من فرق بینہما ومن لم یفرق فقد وقع فی مغلطۃ عظیمۃ **قال** یہان سے مرجوحیت قول بالسنتۃ المؤکدۃ اور قول وجوب کے ثابت ہو گئی اور قول مرجوح پر فتوی دینا فقہا نے حرام لکہا ہی مفتی کو چاہیے کہ جسکے قول پر فتوی دیتا ہی اوسکی روایت و درایت کا حال تحقیق کرلے اور اس بات کی معرفت حاصل کرلے کہ قائل فقہا کے کون سے طبقہ مین ہی نہ جیساکہ صاحب کلام مبرم نے کیاکہ وجوب کہ ابو عمران مالکی مجہول الحال اور اوسکے مقلدین کا قول ہی بیباک ہوکر فتوی دیدیا **اقول** اس کلام مین چند تعقبات ہین **اول** یہ کہ مرجوحیت قول وجوب کے اور قول سنت کی جو وجوہ بیان کئی گئے سب مردود ہوگئے پس ثبوت مرجوحیت زعم باطل ہی **دوم** یہ کہ ابو عمران مالکی کا مجہول الحال ہونا کذب و زور ہی طبقات مالکیہ کو ملاحظہ کیجئے بغیر معائنہ کیے ہوئے کتب طبقات کے کسی کو مجہول کہدینا شان اہل علم سے بعید ہی **سوم** یہ کہ صاحب کلام مبرم نے بمجرد متابعت ابو عمران فتوی نہین دیا بلکہ بمتابعت یک طائفہ حنفیہ و بمقتضاے حدیث جفانی اس قول کو اختیار کیا **چہارم** یہ کہ آپنے جو قول ندب پر فتوی دیا وہ بمتابعت ارباب عالمگیری و رد المحتار و در مختار فتوی دیا اور ان کا حال دریافت نہ کیا کہ کس طبقہ سے یہ لوگ ہین

باب دوم رد مین ایرادات مولوی محمد بشیر صاحب کے جو صاحب کلام مبرم پر کئے اس باب مین ہم قول صاحب کلام مبرم کو کہ جسپر مولوی صاحب نے ایراد کیا ہی بلفظہ نقل کرتے ہین بعد اوسکے اونکے ایراد کو بلفظہ قال نقل کر کے بلفظ اقول دفع کرینگے **افاد** اس سال مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی حرمین شریفین تشریف لیگئے اور مشاہد عظام اور مشاعر کرام سے مشرف اندوز ہوئے بعد حج سے فراغت کی عزیمت مراجعت وطن کی کی زیارت قبر محترم سید الرسل شفیع الامم کا ارادہ فرمایا **قال** اس کلام مین صریح منافی ہی کیونکہ حرمین تو عبارت مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ سے ہی غالبا صاحب رسالہ نے اپنی کمال علمی سے مکہ

وحرمین مین امتیاز نہین فرمایا **اقول** علماء وارباب تدین کی شان سے بعید ہے کہ اسقدر سفر دور ودراز
کرین اور باب مدینہ پر پہونچکر مدینہ مین داخل ہونیکا قصد نہ کرین اور گھر سے یہ ارادہ کرنا کہ ہم فقط مکہ معظمہ
جائینگے مدینہ منورہ سے مشرف نہونگے بڑی بیباکی ہے عوام بھی ایسا کبھی قصد نہین کرتے ہین چہ جائیکہ وہ لوگ
جو فرقہ علماء مین داخل سمجھے جاتے ہون اور چونکہ آپ مشتہر بفضل وعلم تھے لہذا صاحب کلام مبرم نے
آپکے حق مین حسن ظن کیا اور یہ سمجھا کہ گھر سے آپ ارادہ حرمین کا کرکے گئے ہونگے مگر وہان جاکر بسبب شبہات
فسخ عزیمت کی لہذا صاحب کلام مبرم نے اولا یہی لکھا کہ حرمین شریفین تشریف لیگئے بعد اوسکے لکھا کہ بعد
فراغ حج کے مراجعت وطن کی کی اور یہ گمان نہین ہو سکتا کہ آپنے گھر سے روانگی کی وقت ہی قصد مدینہ کا نہین فرمایا
کیونکہ یہ شان جہلا سے بھی بعید ہے چہ جائیکہ علماء اور اگر فرض کیجئے کہ گھر سے قصد زیارت کا نہین درست ہے
جیسا کہ ابن تیمیہ کا مذہب ہے تو قطع نظر اسکے کہ مذہب ابن تیمیہ کا اس مسئلہ مین مردود ہے کہا جائیگا کہ
قصد مسجد نبوی کا اتفاقا درست ہے **افادہ** مخفی نہ رہے کہ جمہور فقہاء حنفیہ قائل بوجوب ہین **قال** اولا
اس مقام پر صاحب رسالہ نے لفظ قائل بسیم لکھا اور صفحہ ۴ اور صفحہ ۱ مین بالقاف تحریر فرمایا ہے اور یہ جملہ
نہ فرمایا کہ محققین حنفیہ وشافعیہ ومالکیہ وحنبلیہ اسکے وجوب کے قائل ہین انتہی پس معلوم ہوا کہ صاحب رسالہ کو
قول وقائل مین بھی تمیز نہین **اقول** سبحان اللہ یہ عجب اعتراض عامی ہے کہ جسکے دیکھنے سے طلبہ بھی ہنستے ہین
آپکو جمہور اور محققین کے فرق کی بھی تمیز نہین ہے **قال** ثانیا باب اول مین ثابت ہوا کہ جمہور فقہاء
حنفیہ بلکہ شافعیہ ومالکیہ وحنبلیہ بلکہ کل اہل اسلام معتد بہم قائل استحباب ہین **اقول** کلام مخدوش
ہے چند وجوہ سے **اول** یہ کہ آپ نے قول محقق مین قول مذہب کو طرف جمہور کے منسوب کیا اور سند
مین اوسکی عبارت درمختار وعالمگیری وردالمحتار گردانے حالانکہ تینون کتاب مین ایک مسئلہ کے وجوب سے
قول جمہور لازم نہین آتا ہے اور اس رسالہ مین بلفظ مشائخنا اور مسئلہ تخییر استناد کرکے قول جمہور ثابت کیا
حالانکہ لفظ مشائخنا نص عموم پر نہین ہے بلکہ وہ قبیل حصر علماء البلد سے ہے اور مسئلہ تخییر وجوب پر بھی
متفرع ہو سکتا ہے پس قول جمہور بکمان ثابت ہوا **دوسرے** یہ کہ جمہور شافعیہ ومالکیہ وحنبلیہ کے قول
مذہب کو بعبارت سمہودی وبحر العلوم وابن حجر مدلل کیا حالانکہ عبارت بحر العلوم مطلق تربت پر دال ہے اور عبارت
سمہودی مین قول قریب وجوب منقول ہے اور وہ باقرار آپ کے منقول بالذات وجوب ہی ہے اور عبارات منقولہ ابن حجر
استحباب بعدیت زیارت از حج پر دلالت کرتے ہین نہ استحباب مطلق زیارت پر **تیسرے** یہ کہ استحباب

اجماع آپنے رد المحتار وغیرہ سے نقل کیا اور یہ نہ خیال کیا کہ باوجود خلاف اجماع کیونکر صحیح ہوا بس وہ اجماع
منقول یا تو مردود یا ماؤل ہے کما مر تفصیل ذلک کلہ فی رد الباب الاول جو تھے یہ کہ لفظ معتدین ہم
کس قاعدہ سے صحیح ہے شاید بکمال ذکاوت سے غلط کو صحیح کر دیا **قال** ثالثا یہ کہ باب اول مین معلوم ہوا کہ
حنفیہ قول استحباب کو نقل کر کے پھر قول بالوجوب بیان کر کے تفریع قول استحباب پر کرتے ہین **اقول**
سابقا گذر چکا کہ وہ تفریع وجوب پر بھی درست ہے **قال** ثالثا یہ دعوی کہ جمہور حنفیہ قول وجوب کو
نقل کر کے سکوت کرتے ہین اون عبارات سے جو اوسکے ثبوت کے لیے پیش کی گئین ہرگز ثابت
نہین ہوتا ہان اون عبارات سے قول قرب وجوب منقول ہے اور وجوب و قرب وجوب مین فرق نہ کرنا ناشی
جہل سے ہے **اقول** دروغ گورا حافظہ نباشد یہ ایراد رابع ہے نہ ثالث اور نسبت جہل کے ناشی
جہل مرکب سے ہے کیونکہ قرب وجوب حکم وجوب مین ہے جیسا کہ عبارات فقہا اور دلیل معقول سے سابقا ثابت
ہو چکا اور آپ قول محقق مین اس امر کی تصریح کر چکے کہ قول قرب وجوب اور وجوب دونو متقارب ہین
اور دونون کی دلیل بھی ایک ہی ہے اور تضعیف ایک کی دوسرے کی تضعیف ہے پس اگر یہ فرق نکرنا جہل ہے
تو الزام اسکا آپ کی طرف عائد ہے اور یہ چہ تہا موقع ہے اون مواضع سے جنمین آپسے تعارض واقع ہوا **قال**
پوشیدہ نرہے کہ عبارات منقولہ سے تو ایک بھی حنفی کا وجوب کو اختیار کرنا ثابت نہین ہان اونسے یہ بات
البتہ ثابت ہوتی ہے کہ ابو عمر اور بعض شافعیہ و بعض مالکیہ قائل بوجوب ہین اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حنفیہ
قول قرب وجوب کو نقل کرتے ہین نہ یہ کہ جمہور حنفیہ قول وجوب کو نقل کر کے سکوت کرتے ہین **اقول**
قرب وجوب اور وجوب مین فرق نکرنا جہل مرکب ہے **قال** اگر کہا جاوے کہ گو کسی حنفیہ کا قول بالوجوب ان
عبارات سے ثابت نہین ہوتا لیکن یہ تو ظاہر ہے کہ عبد الغنی اور شیخ عبد الحق دہلوی نے وجوب کو نقل
کر کے سکوت کیا پس حنفی کا قول نقل کر کے سکوت کرنا ثابت ہوا تو جواب دسکا یہ ہے کہ اول تو اس سے
جمہور حنفیہ کا وجوب کو نقل کر کے سکوت کرنا ثابت نہین ہوتا دوسرے عبد الغنی نے تو اپنی مسلک مختار کی
اول تصریح کی حیث قال اعلم ان زیارۃ النبی العربی القرشی المکی سنۃ من سنن المسلمین پھر یہ سکوت معارض اوس
تصریح کی کیونکر ہوسکتا ہے **اقول** عبد الغنی کی عبارت مین جو سنۃ واقع ہے بقرینہ من سنن المسلمین بمعنی طریقہ
متداولہ بین المسلمین کے ہے پس یہ قول مطلق قربت پر دلالت کرتا ہے نہ مجرد استحباب پر پس اختیار اوسکا
استحباب کو کہان سے ثابت ہوا **قال** اور حضرت شیخ عبد الحق نے اول اپنے قول مختار کی تصریح کی بلکہ وجوب کے

تاویل بھی بیان کی لیکن اُس عبارت کو صاحب رسالہ نے اپنی دیانت سے حذف کردیا پوری عبارت شیخ کی یہ ہے اما
زیارت قبر شریف و مسجد منیف انا اعظم قربات و اعلی درجات ست بعضے برآنند که واجب ست بر کسیکه سعت دارد
چنانکه امام عبدالحق که از اعاظم علمای حدیث ست ذکر کرده و گفته اند که مراد وی آنست که واجب سنت موکده است
که در مرتبه واجب ست و به ثبوت پیوسته که آنحضرت فرموده من زار قبری وجبت له شفاعتی و مروی ست
که من وجد سعة ولم یفد الی فقد جفانی صاحب مواهب گفته که این حدیث ظاهر ست در حرمت ترک زیارت
زیراکه درین جفا اذی ست و جفا و ایذای آن حضرت حرام ست باجماع پس واجب شد ازاله جفا و آن
بزیارت خواهد بود پس زیارت واجب باشد انتہی یہ اول تحریف ہے کہ صاحب رسالہ اس میں مرتکب ہوا

اقول ناظرین فہم و علم شیخ نے اولا حکم اعظم قربات کا و اعلی درجات کا دیا اور یہ عام ہے استحباب و وجوب و سنیت سے پس اختیار اونکا استحباب کو کس جملہ سے ثابت ہوا اور نسبت تحریف کی طرف صاحب کلام مبرم کے عجائب روزگار سے ہے کیونکہ تحریف عبارت ہے بگاڑنے سے اور بدلنے سے اور چونکہ تاویل وجوب کی جو عبارت شیخ میں منقول ہے بعد نقل عبارت شیخ کے صاحب کلام مبرم کو مواہب لدنیہ سے نقل کرنا منظور تھی لہذا بنظر اختصار کے عبارت تاویل کو مذکور نہ کیا اور باقی عبارت پر اقتصار کیا پس اختصار بخوف مایستغنی عنہ ہوا نہ تحریف شاید آپکے نزدیک تحریف اور اختصار مین اتحاد ہے کہ اختصار پر حکم تحریف کا بیباک ہوکر دیتے ہین یا وعید افترا و بہتان سے خوف نہین فرماتے ہین **قال** علاوہ اسکے وہ عبارات جن مین قریب بوجوب ہے اونکا استحباب پر محمول کرنا وجوب پر محمول کرنیسے آسان ہے کیونکہ افضل استحبابات کو بھی قریب واجب کہنا درست ہے اسلیے کہ قریب تو یک امر اضافی ہے بخلاف واجب کے کہ اوسپر اطلاق قریب واجب اس قبیل سے ہے کہ عقل سلیم اوسکا انکار کرتی ہے اور جن عبارات مین لفظ وجوب ہے اونکو بھی استحباب پر محمول کرسکتے ہین **اقول** یہ کلام مردود ہے چند وجوہ سے **اول** یہ کہ قول محقق مین آپکی عقل سلیم نے قریب واجب کو واجب ٹھہرایا اور یہان عقل سلیم اعراض کرنے لگی ان ہذا لشی عجاب اور یہ پانچوان موضع ہے اون مواضع سے جہان آپسے تعارض واقع ہوا **دوم** یہ کہ اطلاق قریب واجب کا واجب پر اطلاق فقہا مین شائع و ذائع ہے جیسا کہ سابقا مذکور ہوچکا اور اطلاق اوسکا مستحب پر ابتداء جناب سے الاہی پس بمقابلہ اطلاق فقہا کے یہ تجویز آپکی کب تسلیم کیجاویگی **سوم** یہ کہ قریب کے اضافی ہونیسے نہین لازم کہ اطلاق قریب واجب کا مستحب پر آوے ورنہ لازم آویگا کہ مباح کو قریب واجب کہنا

درست ہوجاوے بلکہ مکروہ تنزیہی او تحریمی کو قریب اجب کہدین کیونکہ بنسبت حرام وہ بھی قریب این
اور التزام اسکا خالی از سخافت نہین ہی چارم یہ کہ جواز اطلاق شی دیگر ہی اور وقوع اطلاق شی
دیگر ہی پس بعد تسلیم جواز کے کہا جاتا ہی کہ کسی فقیہ نے کسی کتاب مین قریب اجب کا اطلاق حقیقۃ
مستحب پر نہین کیا ہی و من ادعی فعلیہ البیان اور اطلاق اوسکا واجب پر واقع ہوا ہی پس اطلاق واقع
کو چھوڑکر اطلاق ممکن کو لینا عقل سلیم کے نزدیک قبیح ہی ششم یہ کہ وجوب کو استحباب پر حمل کرنا ایسا ہی
ہی جیسا کہ کہا جاوے کہ اوامر جتنی شرع مین وارد ہین وہ سب استحباب پر محمول ہین و مثل ہذا الا سفسطۃ
افاد بکلام بعض محققین شافعیہ ہی ملاحظہ کرنا چاہیے کہ جس سے صاف ترجیح قول وجوب کی معلوم
ہوتی ہی قال سہودی کی عبارت سے تو وجوب ہونا ہرگز نہین نکلتا البتہ قریب بوجوب ہونا سمجھا
جاتا ہی اور واجب قریب بواجب مین فرق ہی اقول قریب اجب حکم مین واجب کی ہی جیسا کہ سابقا
گذر چکا اور آپ بھی فصل محقق مین اقرار کر چکے اب اوس سے فرار فرمانے لگے اور یہ چھٹا موضع ہی اون مواضع موضع ششم
سے جہان آپ سے تخالف واقع ہوا قال رد قسطلانی اور ابن حجر مکی کے کلام سے اگرچہ وجوب کی طرف
میلان معلوم ہوتا ہی لیکن اون دونون نے بنا اوسکی حدیث جفانی پہ کی ہی اور اس حدیث کا
قابل احتجاج ہونا ابھی تک پایہ ثبوت کو نہین پہونچا اقول کلام مبرم مین اس حدیث کی قابل احتجاج
ہونا ذکر ہو چکا اور باقی تفصیل عنقریب پیش کیجاویگی انشاء اللہ تعالی قال علاوہ یہ ہی کہ قسطلانی
اور ابن حجر مکی نے بعض مالکیہ کا قول وجوب نقل کر کے تاویل بھی نقل کی ہی کہ مراد وجوب سے سنت مؤکدہ
ہی اور اوسپر سکوت کیا ہی اور سکوت صاحب رسالہ کے نزدیک دلیل رضا ہی بلکہ ابن حجر نے تو صریح اس
تاویل کی تائید کی ہی اسطرح پر کہ کما دلیل لذلک احادیث صحیحہ صریحۃ لا یشک الا من انطمس نور بصیرتہ
اقول قسطلانی نے بعد نقل تاویل کے حدیث جفانی کو ذکر کیا اور بعد اوسکے کہا فلیتامل قولہ فقد
جفانی فانہ ظاہر فی حرمۃ ترک الزیارۃ چنانچہ تمام عبارت اوسکی کلام مبرم مین منقول ہی اب انصاف
کیجیے کہ اس اختیار قسطلانی کا قول وجوب کو معلوم ہوا یا تاویل کو اور ابن حجر کی عبارت جو کلام مبرم مین
منقول ہی اوس سے ہر ذی علم سمجھ سکتا ہی کہ اوسکی رای ترجیح وجوب کی طرف ہی اور یہ عبارت ابن حجر
جو لذلک واقع ہی اوسکا اشارہ تاویل کی طرف راجع کرنا کمال اعتقاد پر دال ہی کیونکہ ذلک موضوع
بعید کیواسطے ہی اور قول تاویل اوسکی قریب مذکور ہی اگر تائید تاویل کی منظور ہوتی لہذا کہا جاتا

قال اور قسطلانی نے پہلے ہی پنا مختار اسی باب مین بیان کر دیا ہے حیث قال اعلم ان زیارۃ قبرہ الشریف

من اعظم القربات وارجی الطاعات والسبیل الی اعلی الدرجات ومن اعتقد غیر ہذا فقد انخلع من ربقۃ الاسلام

پس اس سے ترجیح قول وجوب ثابت ہوئی **اقول** قربت وطاعت عام ہے مستحب واجب سنت وغیرہ سے

پس اس سے اختیار مطلق قربت کا ثابت ہوا نہ اختیار استحباب کا اور ترجیح وجوب کی عبارت لاحقہ سے

جو سابقاً مذکور ہو چکی ثابت ہوئی **قال** قطع نظر اس سے قول وجوب جمہور شافعیہ کے مخالف ہے جیسا کہ

باب اول مین ظاہر ہوا اسلیے قابل اعتبار نہین **اقول** باب اول کے رد مین واضح ہو چکا کہ جو عبارت

آپ نے واسطے اثبات قول جمہور شافعیہ کے نقل کین وہ مفید مدعی نہین ہے **قال** اور قسطلانی اور ابن حجر

مکی اون طبقات فقہا مین سے نہین ہین کہ جنکے قول پر فتوی دیا جاوے بلکہ طبقہ سابعہ مین ہین **اقول**

یہ دعوی بلا سند ہے اسکا اثبات کرنا چاہیے شاید اسوجہ سے کہ اون دونون نے آپ کی رای کے خلاف

لکھا طبقہ سابعہ مین داخل ہو گئے **قال** اور باوجود اسکے یہ قول مخالف اجماع ہے **اقول** سابقاً مذکور ہو چکا

کہ اجماع استحباب پر کسی کے کلام سے صریح نہین مفہوم ہوتی ہے اور بعد تسلیم کے نقل اجماع مغلطہ ناقلین

ہے اوسپر اعتماد خلاف دابِ فاضلین ہے **افادہ** مخفی نہ رہے کہ قول صاحب مواہب کا حدیث من حج ولم یزرنی

فقد جفانی کے حق مین لفظ لا یصح اوسکے موضوع ہونے پر دلالت نہین کرتا ہے بلکہ اس امر پر کہ سند اوسکی

مرتبۂ صحت مصطلحۂ اہل حدیث تک نہین پہونچی بلکہ ضعیف ہے نہ یہ کہ مطلقاً ثابت نہین ابن طاہر

تذکرۃ الموضوعات مین لکھتے ہین قال السیوطی فی اللآلی قال الزرکشی بین قولنا لم یصح وبین قولنا

موضوع بون کثیر فان الموضوع اثبات الکذب وقولنا لم یصح لا یلزم منہ اثبات العدم وانما ہو اخبار

عن عدم الثبوت وقال ایضا لا یلزم منہ ان یکون موضوعا فان الثابت یشمل الصحیح والضعیف انتہی

قال اور لا استعمال پر صاحب رسالہ نے اس غرض سے کہ حدیث ضعیف کو ہی ثابت کہتے ہین نقل عبارت

تذکرہ مین تحریف کو کام فرمایا پوری عبارت اوسکی یہ ہے فی اللآلی قال الزرکشی بین قولنا لم یصح وقولنا

موضوع بون کثیر فان الوضع اثبات الکذب والاختلاق وقولنا لم یصح لا یلزم منہ اثبات العدم وانما

ہو اخبار عن عدم الثبوت وقال ایضا لا یلزم من جہل الراوی وضع حدیثہ وفی الوجیز فرق بین المنکر

[illegible] سنتہ مانعون الی الآن اذا ساقوا الحدیث باسنادہ ومتقدو الائمۃ [illegible]

WWW.NAFSEISLAM.COM

دلالت کرتے ہین کہ استحباب پر چنانچہ باب خامس مین جو واسطے اثبات قربت ہونے زیارت قبر نبوی کے معقود
کیا ہی تحریر کرتے ہین وذلک أی کونہا قربۃ بالکتاب والسنۃ والاجماع والقیاس أما الکتاب فقولہ تعالی
ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما واما السنۃ فما ذکرنا
فی الباب الاول والثانی من الاحادیث وہی دالۃ علی زیارۃ قبرہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم بخصوصہ وفی السنۃ
الصحیحۃ المتفق علیہا ورد الامر بزیارۃ القبور قال صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور
فزوروہا وقال زوروا القبور فانہا تذکرکم الآخرۃ فقبر النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سید القبور وداخل
فی عموم القبور واما الاجماع فقد حکاہ القاضی عیاض علی ما سبق فی الباب الرابع انتہی ملخصا اور یہی بعد چند
سطور کے لکھتے ہین انا نقطع ونتحقق من الشریعۃ بجواز زیارۃ القبور للرجال وقبر النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ
وسلم داخل فی ہذا العموم ولکن مقصودنا اثبات الاستحباب لہ بخصوص لادلۃ الخاصۃ بخلاف غیرہ ممن لا تستحب
زیارۃ قبرہ بخصوصہ بل لعموم زیارۃ القبور وبین المعنیین فرق فزیارتہ مطلوبۃ بالعموم والخصوص بل اقول انہ
لو ثبت خلاف فی زیارۃ قبر غیر النبی لم یلزم من ذلک اثبات خلاف فی زیارتہ لان زیارۃ القبر تعظیم للنبی
صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم وتعظیمہ واجب واما غیرہ فلیس کذلک ولہذا المعنی اقول انہ لا فرق فی زیارتہ
بین الرجال والنساء لعدم المحذور فی خروج النساء الیہ انتہی اور یہی بعد ایک صفحہ کے لکھتے ہین ومما یدل علی
ذلک القیاس فذلک علی زیارت النبی علیہ السلام البقیع وشہداء احد واذا استحب زیارۃ قبر غیرہ فقبرہ اولی
لما لہ من الحق ووجوب التعظیم فان قلت الفرق ان غیرہ یزار للاستغفار لاحتیاجہ الی ذلک کما فعل
النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم فی زیارتہ اہل البقیع والنبی علیہ السلام مستغن عن ذلک قلت زیارتہ انما
ہی لتعظیمہ والتبرک بہ لتنالنا الرحمۃ بصلاتنا علیہ کما انا مامورون بالصلوۃ علیہ والتسلیم وسوال الوسیلۃ
وغیر ذلک مما یعلم انہ حاصل لہ بغیر سوالنا فان قلت الفرق ایضا ان غیرہ یخشی فیہ محذور وقبرہ یخشی

والقرآن کله والاجماع المعلوم من الدین بالضرورة وسیر الصحابة والتابعین وجمیع علماء المسلمین والسلف
الصالحین علی وجوب تعظیم النبی علیه السلام والمبالغة فی ذلک انتہی اور بعد چند سطور کے لکہتے ہین
اعلم ان زیارة القبور علی اقسام احدہا ان یکون لمجرد تذکر الموت والآخرة وہذا یکفی فیه رویة القبور من
غیر معرفة باصحابہا ولا قصد امر آخر من الاستغفار لہم ولا من التبرک بہم ولا من اداء حقوقہم وہو مستحب لقوله
علیه الصلوٰة زوروا القبور فانہا تذکرکم الآخرة القسم الثانی زیارتہا للدعاء لاہلہا کما ثبت من زیارة النبی
صلی الله علیه وعلی آله وسلم لاہل البقیع وہذا مستحب فی حق کل میت من المسلمین الثالث التبرک باہلہا اذا کانوا
من اہل الصلاح والخیر القسم الرابع لاداء حقہم فان من کان له حق علی الشخص فینبغی لبرہ فی حیاته وبعد موته
والزیارة من جملة البر لما فیہا من الاکرام ویشبہ ان یکون زیارة النبی صلی الله علیه وعلی آله وسلم قبره
من ہذا القبیل اذا عرف ہذا فنقول زیارة قبر النبی صلی الله علیه وعلی آله وسلم تثبت فیہا المعانی الاربعة
اما الاول فظاہر جدا واما الثانی فلانا مامورون بالدعاء له وان کان ہو غنیا بفضل الله عن دعائنا
واما الثالث والرابع فانه لا احد من الخلق اعظم برکة منه ولا اوجب حقا علینا منه انتہی ان عبارات سے
صاف واضح ہی کہ سبکی احادیث زیارت قبور کو واسطے اثبات قربت ونفس جواز کے بمقابلہ خصوم کے
سند بنلاتے ہین اور زیارت قبر نبوی کو افراد اکرام وتعظیم نبوی مین داخل کرتے ہین اور تعظیم نبوی کو
واجب لکہتے ہین پس میلان اونکی رای کا بہی وجوب کی طرف معلوم ہوتا ہی لیکن ع غرض اونکی مجرد
اثبات زیارت کی جواز کے اور قربت ہونیکی اور جواز سفر زیارت ہی بناء علیه بحث استحباب ووجوب سے
اونہون نے کتاب مذکور مین تصریحا تعرض نہین کیا پس معلوم ہوا کہ اعتراض مذکور جو صاحب نظام نے مرقوم
کیا ہی سبکی پر وارد نہین ہوسکتا ہی بلکہ اوس شخص پر جو احادیث زیارت مطلق قبور سے استحباب زیارت
قبر نبوی مثل استحباب زیارت قبور مسلمین مستخرج کرتا ہی اور اعتقاد رکہتا ہی کہ جسطرح زیارت قبر غیر نبی
بسبب ان احادیث کے مستحب ہوئے نہ واجب اسیطرح زیارت قبر نبوی بہی مستحب ہوگی نہ واجب
افادہ ہان اولا اگر کسی دلیل سے استحباب زیارت قبر نبوی ثابت ہوجاوے اور زیارت باقی قبور اوسپر
قیاس کرکے کہا جاوے کہ جب زیارت قبر نبوی مستحب ہوئی تو زیارت مطلق قبرون کی بدرجہ اولی مستحب
ہوگی تو البتہ درست ہوگا **قال** جیسا کلیتہ ادنی پر اعلی کا قیاس درست نہین ہی ایسا ہی اعلی کا ادنی
پر قیاس بہی درست نہین **اقول** سچ ہی مگر ادنی کا حکم اعلی سے قوی نہین ہوسکتا ہی اور اعلی کا حکم

ادنیٰ سے قوی ہو سکتا ہے مثلاً اگر ایک فعل ادنیٰ مباح ہووے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ جب یہ فعل مباح ہو تو فعل آخر کہ
وہ اعلیٰ ہے بھی مباح ہوگا اوسیطرح اگر ایک فعل مستحب ہو تو اوس سے اعلیٰ کا مستحب ہونا نہیں لازم بلکہ
ممکن ہے کہ واجب ہو وعلیٰ ہذا القیاس بخلاف اسکے کہ جب ایک فعل اعلیٰ مستحب ہو تو ادنیٰ اس صورت میں
واجب نہیں ہو سکتا مگر بدلیل زائد بلکہ اگر ہوگا تو مستحب ہوگا یا اوس سے بھی کم پس زیارت قبر غیر نبی کے
کہ ادنیٰ ہے استحباب سے یہ نہیں لازم کہ زیارت قبر نبی کہ اعلیٰ ہے بھی مستحب ہو جاوے بخلاف اسکے کہ زیارت
قبر نبی کہ اعلیٰ ہے اگر استحباب اوسکا اور عدم وجوب اوسکا ثابت ہو جاوے اس صورت میں زیارت قبر غیر نبی
بدرجہ اولیٰ واجب نہیں ہو سکتی بلکہ یا مستحب ہوگی یا مباح اور چونکہ نفس استحباب زیارت قبور پر احادیث
دال ہیں اس صورت میں بعد ثبوت استحباب زیارت قبر نبی بھی کہا جاویگا کہ جب زیارت قبر نبی مستحب ہوئی
تو زیارت قبر غیر نبی بدرجہ اولیٰ مستحب ہوگی یعنی واجب نہوگی و ہذا ہو مراد کلام صاحب الکلام المبرم وخفی
علیک فہمہ فاوردت ما اوردت **افاد** مطلق قبور کے زیارت کی مستحب ہونے سے یہ ضرور نہیں کہ زیارت
قبر نبوی بھی مستحب ہو **قال** ایسا ہی حضرت کی قبر کی زیارت کی استحباب سے یہ ضرور نہیں کہ زیارت
اور قبروں کی بھی مستحب ہو جاوے کما قلت بلکہ محتمل ہے کہ زیارت اور قبور کی مباح ہو **اقول**
ذہنی ما نحن فیہ میں ضرور ہے کہ زیارت اور قبروں کی مستحب ہووے کیونکہ نفس استحباب زیارت قبور احادیث
سے معلوم ہے اور فقدان یا حت مسلم ہے فقط کلام در وجوب و عدم وجوب ہے پس جب زیارت قبر
نبوی مستحب ہوگی زیارت اور قبروں کی بدرجہ اولیٰ مستحب ہوگی اور واجب نہوگی **افاد** بحریر
آپ کے مثل اسکے ہے کہ لا تقربوا الصلوۃ کو لکھ کے وانتم سکاریٰ کو چھوڑ دیجئے **قال** اسقدر عبارت چھوڑ دینے
کے وجہ میں وال ہے یہ قول ذہبی سے متعلق دوسرے حدیث کے ساتھ تھا یعنی حدیث من زار قبری کان کمن
زارنی فی حیاتی اور سکلام ہے حدیث من زار قبری وجبت لہ شفاعتی میں **اقول** کلام ابن حجر اور
سمہودی سے جو کلام میں نے نقل کیا ہے واضح ہوتا ہے کہ قول ذہبی حدیث من زار قبری وجبت لہ شفاعتی
کی متعلق ہے **قال** دوم انکے عبارت ترک کرنا آپ کی مفید مطلب تھی اور نہ صاحب قول المحقق کی
مضر ہو کی مضر اسلئے کہ اوسکی ترک میں کچھ مضرت نہیں بیان اوسکا یہ ہے کہ آپ کی مفید اور نہ صاحب قول المحقق
کی مضر جب ہوتی کہ اس قول سے ثبوت حسن اور نفی ضعف نکلتی ہوتی اور حال آنکہ یہ ممنوع ہے کیونکہ
مجرد بعض کا بعض کو تقویت دینا اور اوسکے رواۃ میں متہم بالکذب نہونا مثبت حسن نہیں

بلکہ حسن کی تعریف اسپر صادق آتی ہے چنانچہ کہا امام سبکی نے شفاء السقام میں ان الحدیث الحسن ما عرف

احدہا الحدیث ... قال الترمذی ... کل حدیث یروی لا یکون فی اسنادہ من یتہم

بالکذب ولا یکون الحدیث شاذا ویروی من غیر وجہ نحو ذلک فہو عندنا حدیث حسن ومع ذلک

فقد عرف بان رجالہ ... واکثر ... عندنا ... وہو ... حسن

وہو وجد فیہ ہذہ الشروط فانہ لا یکون شاذا وذکر ان کلام الترمذی علی ہذا القسم یتنزل الثانی

ان یکون راویہ من المشہورین بالصدق والامانۃ غیر انہ لم یبلغ درجۃ رجال الصحیح لکونہ یقصر عنہم فی الحفظ والاتقان

وہو مع ذلک یرتفع عن حال من یعد ما ینفرد بہ من حدیثہ منکرا ویعتبر فی کل ہذا مع سلامۃ الحدیث من ان

یکون شاذا ومنکرا سلامتہ من ان یکون معللا وعلی القسم الثانی یتنزل کلام الخطابی انتہی اب صادق ہان

دونوں تعریف کا اس مقام پر غیر مسلم ہوا مذہبی سے نفس حسن ہونا اسکا تحقیق کی ہے نہیں کی خواہ مخواہ اوسکا کلام

حسن پر محمول کیا جاوے اقول کلام سبکی میں بہت تنوع ہو سکتا ہے کہ حسن کا کلام ذہبی سے نہیں کیا

سبب بلکہ دعوی تقویت کا کیا گیا ہی اور وہ حاصل ہے علاوہ یہ ہے کہ اس حدیث پر تعریف اصل

حسن کی صادق آتی ہے کیونکہ اس حدیث کی روات ثقات ہیں سوائے موسی بن ہلال کے اور

وہ متہم ومغفل وکثیر الخطا نہیں ہیں اور نہ اونمیں کوئی سبب تفسیق ہے اور متن حدیث وجوہ

آخر سے بھی مروی ہے کلام تقی الدین سبکی کا جو اس حدیث کی تحقیق اسناد اور حسن میں بسط

بسیط واقع ہے ملاحظہ کیجیے باب اول میں شفاء الاسقام کی لکھتے ہیں اخبرنا الحافظ ابو محمد عبد المؤمن

الدمیاطی بجمیع سنن الدارقطنی قال اخبرنا الحافظ ابو الحجاج یوسف الدمشقی اخبرنا ابو الفتح ناصر

ابو الفتح اسمعیل بن الفضل اخبرنا ابو طاہر محمد بن محمد بن عبد الرحیم اخبرنا ابو الحسن علی الدارقطنی

قال اخبرنا القاضی المحاملی اخبرنا عبید بن محمد الوراق اخبرنا موسی بن ہلال العبدی عن

عبید اللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من زار قبری وجبت

شفاعتی کذا فی عدۃ نسخ معتمدۃ من سنن الدارقطنی عبید اللہ مصغر واتفقت روایتہ علی ذلک فی

السنن فی غیر من طریق ابن عبد الرحیم کما ذکرناہ ومن طریق محمد بن عبد الملک من طریق ابی النعمان

تراب بن عمیر فاما روایۃ محمد بن عبد الملک بن بشران فاخبرنا عثمان بن محمد فی کتابہ الی ... قال اخبرنا

الحافظ ابو الحسن یحیی القرشی والحافظ ابو الیمن بن عساکر قالا انبانا ابو البرکات الحسین ... قال اخبرنا ...

الحسين هبة الله بن الحسن الفقيه اخبرنا ابو طاہر عبد الرحمن اخبرنا ابو بكر محمد بن عبد الملك بن بشران
اخبرنا ابو الحسن علي الدارقطني اخبرنا القاضي المحاملي اخبرنا عبيد بن محمد اخبرنا موسى بن ہلال العبدي
عن عبيد الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر مرفوعا من زار قبري وجبت له شفاعتي وہكذا اورده ابو الحسين
في كتاب اتحاف الزائر وہو عندي عليه خط مصنفه وكذلك اورده الحافظ ابو الحسين القرشي في كتابه
الدلائل المبينة واما رواية ابي النعمان فذكرہا القاضي ابو الحسن علي بن الحسن الخلعي في فوائده اخبرنا به
شيخنا ابن الصواف والشريف ابو الحسن بسنده اليه قال اخبرنا ابو النعمان تراب بن عمر بن عبيد حدثنا
الدارقطني حدثنا ابو عبد الله الحسين بن اسمعيل قال حدثنا عبيد بن محمد الوراق حدثنا موسى بن ہلال عن
عبيد الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر وممن رواہا من طريق الخلعي الحافظ ابو القاسم بن عساكر في تاريخه
فقد اتفقت الروايات عن الدارقطني عن المحاملي على عبيد الله مصغرا وكذلك رواه غير الدارقطني عن
غير المحاملي عن عبيد بن محمد اخبرنا بذلك عبد المومن بن خلف عن ابي النصر الشيرازي اخبرنا ابن عساكر
اخبرنا ابو القاسم اخبرنا ابو بكر البيهقي اخبرنا عبد الحافظ اخبرنا ابو الفضل محمد بن ابراہيم حدثنا احمد بن
زنجويه حدثنا عبيد بن محمد بن القاسم بن ابي مريم الوراق حدثنا موسى بن ہلال العبدي عن عبيد الله
عن نافع عن ابن عمر فقد ثبت عن عبيد بن محمد روايته على المصغر وعبيد بن محمد ثقة قاله الخطيب
انتہى ملخصا اور بعد ايک ورق کے لکھتے ہيں موسى بن ہلال قال ابن عدي ارجو انه لا باس به واما قول
ابي حاتم الرازي فيه انه مجہول فلا يضره فانه اما ان يريد جہالة الوصف او جہالة العين وہو غالب اصطلاح
اہل ہذا الشان في ہذا الاطلاق فذلك مرتفع عنه لانه قد روى عنه احمد بن حنبل ومحمد بن جابر ومحمد بن اسمعيل
الاحمسي وابو امية محمد بن ابراہيم الطرطوسي وعبيد بن محمد والفضل بن سہل وجعفر بن محمد وبرواية اثنين
ينتفي جہالة العين فكيف برواية سبعة وان اراد جہالة الوصف فرواية احمد عنه ترفع من شانه لا سيما
مع ما قاله ابن عدي فيه وممن ذكره في مشائخ احمد ابو الفرج بن الجوزي وابو اسحق واحمد لم يكن يروي الا
عن ثقة واما قول العقيلي انه لا يتابع عليه وقول البيہقي سواء قال عبيد الله ام عبد الله فہو منكر عن
نافع عن ابن عمر فہذا وما في معناه يدلك على انه لا علة لہذا الحديث عندہم الا تفرد موسى به وانہم لم يحملوه
على خفاء حاله وكم من ثقة يتفرد باشياء وتقبل منه واما قول ابن عدي فيه [illegible]
قبوله وعدم رده لذلك فبذلك يتبين ان اقل درجات ہذا الحديث ان يكون حسنا ان نوزع في [illegible]

صحتہ فان الحسن قسمان احدہما ما فی اسنادہ مستور لم تحقق اہلیتہ ولیس مغفلا کثیر الخطاء ولا ظہر منہ سبب مفسق ویکون الحدیث مع ذلک روی مثلہ او نحوہ من وجہ آخر واتم درجات موسی ان یکون بہذہ الصفۃ وحدیثہ بہذہ المثابۃ والقسم الثانی ان یکون راویہ مشہورا بالصدق والامانۃ ولم یبلغ درجات رجال الصحیح لقصورہ فی الحفظ وہو مع ذلک یرتفع عن حال من یعد ما یتفرد بہ منکرا انتہی

ملخصا اس عبارت سے اور عبارت سابقہ سے تین امر واضح ہوئے ایک یہ کہ راوی اس حدیث کی نافع سے عبید اللہ بن عمر العمری بالتصغیر ہیں کہ جنکی جلالت و ثاقت کتب رجال میں مصرح ہے دوسرے یہ کہ موسی بن ہلال عبدی متہم نہیں حدیث اونکی حسن سے نازل نہیں ہوسکتی اور زیادہ تحقیق ان دونون امرون کی عنقریب مذکور ہوگی تیسرے یہ کہ یہ حدیث حسن ہے اگر یہ شبہ ہو کہ موسی کے حق میں کلمات جرح کے کتب رجال میں موجود ہیں پس حدیث اونکی حسن کیونکر ہوگی تو جواب اوسکا یہ ہے کہ جرح مبہم راوی حدیث کو حسن سے خارج نہیں کرتے ہیں چنانچہ فاضل اکرم امعان النظر شرح نخبۃ الفکر میں لکھتے ہیں قال الزرکشی وجدت بخط الحافظ ابی الحجاج بن یوسف الحسن من الحدیث ما لہ منزلۃ بین منزلتی الصحیح والضعیف ومن طرقہ ان یکون احد رواتہ مختلفا فیہ وثقہ قوم وضعفہ آخرون ولا یکون ما ضعف بہ مفسرا فان کان مفسرا قدم علی توثیق من وثقہ فصار الحدیث ضعیفا انتہی اور اگر یہ شبہ ہو کہ حدیث کے حسن ہونے میں شرط ہے کہ طریق آخر سے بھی وہ مروی ہوئی ہو اور اس حدیث کی کوئی طریق موسی سے خالی نہیں ہے پس حسن کیونکر ہوئی تو جواب اوسکا یہ ہے کہ حسن میں یہ شرط نہیں ہے کہ بعینہ اوسی لفظ کے ساتھ دوسرے طریق سے مروی ہو بلکہ اوسکی متقارب المعنی کا مروی ہونا دوسرے طریق سے کافی ہے چنانچہ طیبی خلاصہ میں لکھتے ہیں قولنا یروی من غیر وجہ نحو ذلک ای جوہا ان یروی آخر بعینہ باسناد آخر وان یروی معناہ باسناد آخر او بہذا الاسناد بلفظ آخر ولا یبعد تسمیۃ القسم الاخیر بالفرد الحسن فہو بالنظر الی افراد الاسناد فرد و بالنظر الی تغییر اللفظ حسن انتہی اور ما نحن فیہ میں یہ امر حاصل ہے کما ستیضح لک **قال** بلکہ ذہبی نے میزان میں حدیث من زار قبری وجبت لہ شفاعتی کو منکر لکھا **اقول** منکر ہونا منافی حسن کے نہیں ہے بلکہ منکر و شاذ کبھی حسن مقبول ہوتی ہے اور کبھی غیر مقبول ابن الصلاح اپنی مقدمہ میں بحث شاذ میں لکھتے ہیں اذا انفرد الراوی بشیئ نظر فیہ فان کان مخالفا لما رواہ من ہو اولی منہ بالحفظ لذلک واضبط کان ما انفرد بہ شاذا مردودا وان لم یکن فیہ

مخالفتہ لما رواہ غیرہ وانما ہو امر رواہ ہو ولم یروہ غیرہ فینظر فی ہذا الراوی فان کان عدلا حافظا
موثوقا باتقانہ وضبطہ قبل ما انفرد بہ ولم یقدح الانفراد فیہ وان لم یکن ممن یوثق بحفظہ واتقانہ
لذلک الذی انفرد بہ کان انفرادہ بہ خارما لہ عن حیز الصحیح ثم ہو بعد ذلک دائر بین مراتب متفاوتہ
بحسب الحال فیہ فان کان المتفرد بہ غیر بعید من درجۃ الحافظ الضابط المقبول تفردہ استحسنا
حدیثہ ذلک وان کان بعیدا من ذلک رددنا ما انفرد بہ وکان من قبیل الشاذ المنکر انتہی اور بعد اسکے
بحث منکر میں تحریر کرتے ہیں الصواب فیہ التفصیل الذی بیناہ آنفا فی الشاذ انتہی اور ابن جماعہ
اپنے مختصر میں بعد نقل عبارت ابن الصلاح کی تائید کرکے کہتے ہیں ہذا التفصیل حسن انتہی اور فاضل اکرم
بن عبد الرحمن امعان النظر شرح نخبۃ الفکر میں لکہتے ہیں استقراء موارد استعمالہم المنکر والشاذ یدل علی ان
المنکر والشاذ لا یلزم ان یکون حدیثا مردود الروایۃ فانہم یحکمون بالمنکر علی حدیث یستبعد من جہۃ النقل
لما ذخف ضبطہ بحیث ما یعد ما انفرد بہ حسنا انتہی اور یہی اوسمین ہی قال السیوطی وقع فی عبارتہم انکر ما رواہ
فلان کذا وان کان لم یکن ذلک الحدیث ضعیفا قال ابن عدی انکر ما روی یزید بن عبد اللہ
اذا اراد اللہ بامۃ خیرا الحدیث وہذا طریق حسن رواتہ ثقات وقد ادخلہ قوم فی صحاحہم والحدیث فی صحیح
مسلم اور عثمان بن سند مالکی اپنی رسالہ نظم الفاس السحر فی اقسام الحدیث والاثر کی شرح میں لکہتے ہیں
الصواب فی المنکر التفصیل الذی ذکرہ ابن الصلاح فی الشاذ فراجعہ فی شرح نظمنا للنخبۃ انتہی پس
معلوم ہوا کہ مجرد نکارت کہ عبارت ہی تفرد راوی سے قادح نہیں ہے بلکہ اگر وہ متفرد ثقہ عدل ضابط
ہو تو حدیث اوسکی صحیح ہوگی اور اگر رجال صحیح سے درجہ اوسکا کم ہو مگر درجۂ حافظ ضابط سے
بعید نہو تو اوسکی حدیث منکر حسن ہوگی ہاں اگر وہ متفرد بعید ہو درجات رجال حسن سے اور
قریب ہو درجات رجال ضعیف کی اس صورت میں وہ منکر مردود ہوگی وعلی ہذا القیاس حدیث
شاذ کبھی شاذ حسن ہوتی ہے اور کبھی شاذ مردود ہوتی ہے اور اسیوجہ سے حدیث ان اللہ خلق سبع
ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم ونوح کنوحکم الحدیث کو ذہبی نے حسن کہا اور حاکم نے مستدرک میں
صحیح کا حکم دیا باوجودیکہ بیہقی نے اوسکو شاذ لکہا چنانچہ تفصیل اسکی رسالہ الآیات البینات
علی وجود الانبیاء فی الطبقات میں کی گئی ہے اور اسیطرح سے ذہبی نے حدیث حفظ قرآن کو جو
جامع ترمذی وغیرہ میں مروی ہے لکہا ہے انکر ما للولید بن مسلم من الاحادیث حدیث حفظ القرآن
حالانکہ اس حدیث کو ترمذی نے حسن کہا اور حاکم نے صحیح علی شرط الشیخین کہا اور اسیقسم کی احادیث اور

کا اسماء رجال کے کتب مین منکرات مین معدود ہین اور فی نفسہ حسن یا صحیح ہین پس ما نحن فیہ مین ذہبی کا حکم نکارت منافی اوسکے حسن کے نہین ہی کیونکہ موسی بن ہلال کہ جسکے تفرد کے سبب سے حکم نکارت کا دیا گیا ثقہ ہونا اوسکا ثابت ہوگیا پس حدیث اوسکی منکر حسن ہوگی علاوہ یہ ہی کہ حکم نکارت فی نفسہ مقدوح ہی کیونکہ متابعت موسی کی مسلمہ نے کی ہی سبکی تحریر کرتے ہین حدیث من جاءنی

زائرا لا تعملہ الا زیارتی کان حقا علی ان اکون لہ شفیعا یوم القیامۃ رواہ الطبرانی فی معجمہ الکبیر والدارقطنی

فی امالیہ وابو بکر بن المقری فی معجمہ وہو من روایۃ مسلمۃ بن سالم الجہنی عن عبید اللہ العمری ففیہ متابعۃ لموسی بن ہلال فی شیخہ وبیان انہ لم یتفرد بالحدیث انتہی کلامہ **قال** صاحب رسالہ کو چاہیے کہ یہ بات لکھین کہ ذہبی نے کس کتاب مین لکھا ہی **اقول** کچھ ضرورت اس امر کی صاحب رسالہ کو نہین ہے کیونکہ ذہبی کا قول مقاصد اور وفاء الوفاء اور در منظم سے منقول کر دیا گیا **قال** قطع نظر اس سے اس قول کی دلیل مین نظر ہی کیونکہ اس قول سے کہ ما فی رواتہا متہم بالکذب کیا مراد ہی اگر یہ مراد ہے کہ اسکی کسی طریق مین کوئی راوی متہم الکذب نہین تو صریح غلط ہی کیونکہ بزار کی روایت مین عبد اللہ بن ابراہیم غفاری واقع ہی اور اسکو ابن حبان نے منسوب بوضع کیا ہی اور اگر یہ غرض ہی کہ بعض طرق ایسے ہین کہ اونمین راوی متہم الکذب نہین ہے تو مسلم ہی لیکن صرف یہ امر تقویت کے لئے کافی نہین **اقول** اگر ایک طریق بہی ایک حدیث کی حسن ہو جاوے اور متہم فی الکذب وجملہ علل قادحہ سے خالی ہو سند اوسکی اسواسطے کافی ہی کما مر **قال** اور سبکی کا حسن لکہنا اگر معتبر رکہا جاوے تو ابن تیمیہ کا قول جو بمراتب اوس سے افضل ہے بدرجہ اولی اس باب مین معتبر سمجہنا چاہیے **اقول** ابن تیمیہ کی جلالت قدر ورفعت ذکر مین کسیکو شبہہ نہین ہے مگر اس سے یہ نہین لازم کہ جملہ اقوال اونکی معتبر ہوا کرین اور سبکی نے حکم حسن کا بغیر تفتیش رواۃ کے نہین دیا بلکہ بعد جمع اسانید وتحریر احوال رواۃ حکم حسن کا دیا بخلاف ابن تیمیہ کے کہ اونہون نے بغیر تحقیق درجات رواۃ کے کل احادیث زیارت کو ضعیف وموضوع لکہہ دیا اسوجہ سے قول اونکا غیر معتبر سمجہا جاتا ہی اسیوجہ سے سبکی بعد تحقیق طرق حدیث

من زار قبری وجبت لہ شفاعتی کی وتفصیل احوال رواۃ کی لکہتے ہین فعندہ بما بحثنا فی اسنادہا

الحدیث اولہا انہ من روایۃ عبید اللہ المصغر ترجیح لک علی من رواہ عن المکبر بانہا القول انہ عنہ ...

وثانیہا علی تقدیر التنزل وتسلیم انہ عن المکبر وحدہ فانہ ... لا ینتہی الی ... المحسن لما ذکرنا ... بعدیۃ

یکون ضعیفا من هذا الطریق وحده وعاش بعده فان اجتماع الاحادیث الضعیفة من هذا النوع
یقویها ولو صلها الی رتبة الحسن هذا بل باقل منه یتبین افتراء من ادعی ان جمیع الاحادیث الواردة
فی الزیارة موضوعة فسبحان الله اما استحیی من الله ومن رسوله فی هذه المقالة التی لم یسبقه الیها عالم ولا جاهل
لا من اهل الحدیث ولا غیرهم ولا ذکر احد منهم موسی بن هلال ولا غیره من رواة حدیثه هذا بالوضع ولا اتهمه
به فیما علمناه فکیف یستجیز مسلم ان یطلق علی کل الاحادیث التی هو واحد منها انها موضوعة ولم ینقل ذلک
عن عالم قبله ولا ظهر علی هذا الحدیث شیء من الاسباب المقتضیة للحکم بالوضع فمن ای وجه یحکم به
لو کان ضعیفا فکیف وهو حسن او صحیح انتهی **افاد** کتب رجال مین ان دونوں راویوں کی توثیق بھی
منقول ہے جرح مبہم کو نقل کرنے اور توثیق سے چشم پوشی کرنیکی کیا وجہ ہے **قال** جرح مبہم ہم
اصحاب البصیرت سے نقل کی ہے اور نزدیک محققین کی جرح مبہم اونکی مقبول ہے اور وقت رفع
جرح وتعدیل ترجیح جرح کو ہوتی ہے اسلئے توثیق کو چھوڑ دیا مسلم مین ہے اذا تعارض الجرح و
التعدیل فالتقدیم للجرح مطلقا وقیل للتعدیل عند زیادة المعدلین انتہی اور مختصر ابن حاجب مین
مسطور ہے الجرح مقدم وقیل الترجیح اور قاضی عضد نے شرح مختصر مین لکھا ہے اذا تعارض الجرح
والتعدیل فالجرح مقدم وقیل بل التعدیل اور مختتم الاصول مین لکھا ہے فی التحریر المعروف تقدیم الجرح
مطلقا ولو کان الجارح اقل هو المختار انتہی اور قاضی عضد لکھتے ہین قال القاضی ابو بکر یکفی الاطلاق
فی الجرح والتعدیل فلا حاجة الی ذکر السبب وقال قوم لا یکفی الاطلاق بل یجب ذکر السبب وقال الشافعی
یکفی فی التعدیل دون الجرح وقیل بالعکس قال الامام ان صدر ممن یعلم اسبابهما کفی الاطلاق فیهما والا فلا یکفی
فیهما انتہی اور تلویح مین ہے الحق ان الجارح ان کان ثقة بصیرا باسباب الجرح ومواقع الخلاف ضابطا
لذلک یقبل جرحه المبهم والا فلا انتهى **اقول** اس کلام مین مناقشات ہین **اول** یہ کہ مجرد جرح کو ذکر
کرنا اور اقوال توثیق کو مطلقا چھوڑ دینا خواہ جرح مقدم ہو یا توثیق قطع نظر اسکی کہ یہ خیانت و
ستر مسلم بالضرورت ہے محدثین کے نزدیک معیوب ہے چنانچہ ذہبی میزان الاعتدال مین ترجمہ ابان
بن یزید العطار مین تحریر کرتے ہین قد اورده ایضا العلامة ابو الفرج ابن الجوزی فی الضعفاء ولم
[illegible] ذکر الجرح [illegible] عن التوثیق انتہی پس ایسا چشم پوشی کا
[illegible] یہ ہر تقدیر عائد ہے ہان اگر اقوال جرح وتوثیق دونوں کو ذکر کرتے بعد ازان

جرح کی توضیح نہیے کچھ مضائقہ نہیں دوم یہ کہ جمہور فقہاء حنفیہ وغیر حنفیہ و جمہور محدثین منجملہ ان بخاری ومسلم کا مذہب ہے
کہ جرح مبہم یعنی جس میں بیان سبب جرح نہ ہو مقبول نہیں اور یہی مذہب صحیح و مختار محققین کا ہے چنانچہ ابن الصلاح اپنے
مقدمہ میں تحریر کرتے ہیں التعدیل مقبول من غیر ذکر سببه علی المذهب الصحیح لان اسبابه کثیرة یصعب ذکرها واما الجرح
فلا یقبل الا مفسرا مبین السبب لان الناس یختلفون فیما یجرح وما لا یجرح فیطلق احدهم الجرح بناء علی امر اعتقده
جرحا ولیس بجرح فی نفس الامر فلا بد من بیان سببه لینظر فیه هو جرح ام لا وهذا ظاهر مقرر فی الفقه واصوله وذکر الخطیب
الحافظ انه مذهب الائمة من حفاظ الحدیث ونقاده مثل البخاری ومسلم وغیرهما ولذلک احتج البخاری بجماعة سبق من
غیره الجرح فیهم کعکرمة مولی ابن عباس وکاسماعیل بن ابی اویس وعاصم بن علی وعمرو بن مرزوق وغیرهم واحتج مسلم بسوید بن سعید وجماعة اشتهر
الطعن فیهم وهکذا فعل ابو داود وذلک دال علی انهم ذهبوا الی ان الجرح لا یثبت الا اذا فسر سببه انتهی اور حافظ
زین الدین عراقی شرح الفیہ میں لکھتے ہیں اختلف فی التعدیل والجرح هل یقبلان او واحد منهما من غیر ذکر
اسبابهما ام لا یقبلان الا مفسرا علی اربعة اقوال الاول وهو الصحیح المشهور التفرقة بین التعدیل والجرح بان
التعدیل یقبل من غیر ذکر سببه اما الجرح فلا یقبل الا مفسرا مبین السبب لان الجرح یحصل بامر واحد فلا یشق ذکره
والقول الثانی عکس القول الاول حکاه صاحب المحصول وغیره ونقله امام الحرمین فی البرهان والغزالی
فی المنخول تبعا له عن القاضی ابی بکر والقول الثالث انه لا بد من ذکر سبب العدالة والجرح معا حکاه الخطیب
والاصولیون والقول الرابع عکسه انه لا یجب ذکر سبب احد منهما اذا کان الجارح او المعدل عالما بصیرا
وهو اختیار القاضی ابی بکر ومن حکاه عنه الغزالی فی المستصفی خلاف ما حکاه عنه فی المنخول وما ذکره عنه
فی المستصفی هو الذی حکاه صاحب المحصول والآمدی وهو المعروف عن القاضی کما رواه الخطیب عنه فی الکفایة
والقول الاول هو الذی نص علیه الشافعی وقال الخطیب هو الصواب عندنا انتهی ملخصا اور مختصر ابن حاجب
میں ہے یقبل التعدیل من غیر ذکر سببه ولا یقبل الجرح الا مفسرا لاختلاف الناس فی موجبه هذا هو الصحیح المختار فیهما
وبه قال الشافعی انتهی اور کشف الاسرار شرح اصول بزدوی میں ہے اما الطعن من ائمة الحدیث فلا یقبل
مجملا ای مبهما بان یقول هذا الحدیث غیر ثابت او منکر او فلان متروک الحدیث او ذاهب الحدیث
او مجروح او لیس بعدل من غیر ان یذکر سبب الطعن وهو مذهب عامة الفقهاء والمحدثین انتهی اور ابن
الہمام تحریر الاصول میں تحریر کرتے ہیں اکثر الفقهاء منهم الحنفیة والمحدثین یجب بیان السبب فی الجرح لا التعدیل
وقیل بقلبه وقیل فیهما وقیل لا فیهما انتهی اور بحر العلوم شرح تحریر میں لکھتے ہیں قائل نافی الاطلاق

فی العدالۃ فقط للعلم بمخرج العدالۃ اتفاقا بخلاف الجرح فان لہ اسبابا شتی وفیہا خلاف فلا یعتمد علی قدحہ
ہذا ہو مذہب الجمہور وہو الاصح عند المصنف وغیرہ انتہی اور سیلاح خلاصہ طیبی اور شرح مشکوۃ طیبی
اور فتح الباقی وغیرہ مین ہے ان عبارات کو ملاحظہ کیجیے اور بازعان اس امر کا فرمائی کہ عدم قبول
جرح مبہم مذہب بخاری ومسلم وابوداؤد واکثر حفاظ حدیث کا ہے اور یہی مذہب حنفیہ اور محققین
شافعیہ کا ہے اور یہی صحیح ومختار ہے اور مذاہب اخر اس باب مین ضعیف وغیر مقبول عند الجمہور
ہین بغیر وسعت نظر کی دعوی اس امر کا کرنا کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے شان علماء سے نہایت
مستبعد ہے سوم یہ کہ تقدیم جرح مبہم ارباب بصیرت مذہب بعض کا ہے قاضی عضد نے
اسکو امام کی طرف منسوب کیا اور ابن ہمام اور زین عراقی وغیرہ نے اسکو قاضی ابوبکر کیطرف منسوب
کیا لیکن جمہور محدثین اسکو مختار نہین کرتے ہین اور خلاف صحیح لکھتے ہین جیسا کہ عبارات سابقہ
سے واضح ہوا اور شمس الدین سخاوی فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث مین تحریر کرتے ہین قال
القاضی الذی یقوی عندنا ترک الکشف عن ذلک اذا کان الجارح عالما کما لا یجب استفسار المعدل
عما بہ صار عندہ المزکی عدلا واختارہ الخطیب ایضا وذلک بعد تقریرہ القول الاول الذی صوبہ و
بالجملۃ فہذا خلاف ما اختارہ ابن الصلاح فی ان الجرح المبہم لا یقبل انتہی اور بحر العلوم شرح تحریر مین
لکھتے ہین قال ینبغی تقییدہ الاطلاق من الجارح ذی البصیرۃ وہو مذہب القاضی علی ما حقق تنزیلا لعلمہ
منزلۃ بیانہ وجوابہ فی الجرح ما تقدم من الاختلاف فی الاسباب فیجوز ان یزعم ما لیس قادحا قادحا
لا بنافیہ العلم والعدالۃ فانہ انما یقدح حسب مذہبہ انتہی اب ہم آپ سے استفسار کرتے ہین کہ آپکو
موافق جمہور کے فتوی دینے پر اصرار ہے تو کیا باب زیارت مین قول استحباب کو جمہور کی طرف
منسوب کردیا اور اسی پر فتوی دیدیا اور باب جرح مین قول جمہور کو چھوڑ دیا اور مذہب بعض
کو جسکا جمہور جواب دیتے ہین اور مخدوش کرتے ہین واسطے اصلاح اپنے کلام کے اختیار کر لیا
پس اب زیارت مین قول جمہور کہاں سے پیدا کیا اور باب جرح مین قول جمہور کسطرف چلا گیا
ان ہذا لشئ عجاب چہارم یہ کہ تقدیم جرح بوقت تعارض جرح وتعدیل جو آپنے مسلم اور مختصر
وغیرہ سے نقل کیا ہے اوسمین آپکو بڑا اشتباہ واقع ہوا ہے وجہ سے کہ یہ حکم اوس مذہب
پر ہے جسمین جرح مبہم مقبول ہوتی ہے نہ جمیع مذاہب پر اور بر تقدیر عوام قبول جرح

مبہم جو کہ مذہب مختار ہے تعدیل مقدم ہی چنانچہ بحر العلوم شرح تحریر میں تحت قول ابن ہمام کی
اذا تعارض الجرح والتعدیل فالمعروف فیہ مذہبان تقدیم الجرح مطلقا وہو المختار والاخر التفصیل
بین تساوی المعدلین والجارحین فکذلک ولتفاوت فیترجح الاکثر الخ لکھتے ہیں علم ان الشق الاول
لاینافی علی مختار الاکثر من عدم قبول الجرح بدون بیان السبب انتہی اور ملا علی قاری شرح نخبۃ
الفکر میں لکھتے ہیں محلہ ای محل تقدیم الجرح علی التعدیل اذا صدر ای الجرح مبینا ای مفسرا من عارف
باسبابہ ای الجرح لانہ ان کان غیر مفسر لم یقدح فی من ثبتت عدالتہ انتہی اور فتح المغیث میں تحت قول
عراقی کی وقدموا الجرح الخ ہے ینبغی تقیید الحکم بتقدیم الجرح بما اذا فسر اما اذا تعارضا من غیر تفسیر فانہ
یقدم التعدیل قالہ المزی وغیرہ انتہی اس سے صاف واضح ہوا کہ تقدیم جرح اوسوقت ہی جب
جرح مفسر ہو اور اگر جرح و تعدیل دونو مبہم ہون جرح مردود ہو جاویگی اور تعدیل مقبول کی جاویگی
پس جرح مبہمہ جو آپنے قول محقق میں رواۃ کی حق میں نقل کین وہ سب مردود ہیں اور تعدیلات
جو کلام مبرم میں مسطور ہیں وہ سب مقبول ہین **پنجم** یہ کہ جو قائل اس امر کا ہی کہ جرح ارباب بصیرت کے
اگرچہ مبہم ہو مقبول ہی وہ اس امر کا بھی قائل ہے کہ تعدیل مبہم بھی ارباب بصیرت کی مقبول
ہے اور یہ ظاہر ہے کہ معدلین کہ جنکے اقوال کلام مبرم میں منقول ہین ارباب بصیرت ہین
جیسا کہ جارحین بقول آپکے ارباب بصیرت سے ہین پس اس صورت میں جرح کو مقدم کرنا کسر
کتاب میں ہے ہان اگر جرح مبہم ارباب بصیرت کی ہوتی اور تعدیل غیر ارباب بصیرت کی
ہوتی تو البتہ جرح مقبول ہوسکتی تہی **افادہ** حافظ ابن حجر لسان المیزان میں بعد نقل کلام
ابوحاتم و عقیلی کی لکھتے ہیں **قال** اولا تو جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے پس ابوحاتم و عقیلی کہ
اصحاب بصیرت سے ہین اونکی جرح مقدم ہوگی ثانیا یہ کہ بعد نقل کرنے توثیق کے جو کلام خاص
حدیث من زار قبری وجبت لہ شفاعتی میں ابن حجر نے نقل کیا اوسکو صاحب رسالہ نے اپنے
خیال سے چھوڑ دیا کہ اگر وہ بھی لکھیں گے تو اپنے مطلب کے خلاف ہو جائیگا **اقول** جرح کی مقدم ہونیکا
حال ابھی منکشف ہو گیا تعجب ہی آپ سے کہ باوجود دعوی مہارت فن حدیث کے جابجا حکم تقدم جرح کا اور
قبول جرح مبہم ارباب بصیرت کا دیتی ہین اور کتب فن کو ملاحظہ نہیں فرماتے کہ اونہین کیا لکھا ہی اور
بقیہ عبارت ابن حجر کے چھوڑ دینی کی وجہ یہ ہی کہ اوسمین تضعیف مبہم عبداللہ عمری مذکور ہی اور جرح

مبہم مقبول نہین اور بہی اوسمین حدیث مذکور کو منکر لکہا اور نکارت منافی حسن کے نہین ہی پس
اوس عبارت کے نقل کرنے کی کیا ضرورت تہی **قال** اس عبارت سے چند امور ثابت ہوئے اول یہ
ابن قطان نے کہا کہ حق یہ ہی کہ موسی بن ہلال کی عدالت ثابت نہین ہوئی اور دارقطنی نے کہا
کہ وہ مجہول ہی **دوم** یہ کہ روایت مذکورہ عبد اللہ مکبر سے ہی جو محدثین کے نزدیک ضعیف ہی
نہ عبید اللہ مصغر سے **سوم** یہ کہ عبد الحق کا تعقب ابن القطان نے کیا ہی **چارم** یہ کہ ابن خزیمہ
اور دولابی نے اس حدیث کو منکر جانا ہی **اقول** اعرف الرجال بالحق لا الحق بالرجال و انظر
الی ما قال و لا تنظر الی من قال تینون امور جو عبارت ابن حجر سے ثابت ہوئے نہ آپ کو مفید ہین ورنہ ہمارے کلام
کے مضر لیکن امر اول پس اس واسطے کہ یہ ابن القطان جو جارح موسی ہی سے معلوم نہین کہ کون ہی علاوہ اونکے مقابلہ
توثیق و تعین کی قول ابن القطان کب مسموع ہوگا اور میزان مین ایک ابن قطان کی جو باب جرح مین دستگاہ تام رکہتے
جرحین اکثر معتبر نہین کہتے ہین پس ابن قطان دیگر کا قول بمقابلہ جم غفیر کے کیونکر مقبول ہوگا میزان الاعتدال مین حفص
بن بسیل مین ہی قال ابن القطان لا یعرف لہ حال قلت لم اذکر ہذا النوع فی کتابی ہذا لان ابن القطان
یتکلم فی کل من لم یقل فیہ امام عاصر ذلک الرجل او اخذ عمن عاصرہ ما یدل علی عدالتہ وفی الصحیحین من
ہذا النمط کثیرون ما ضعفہم احد ولا ہم بمجاہیل انتہی اور بہی ذہبی ترجمہ مالک مصری مین لکہتے ہین
قال ابن القطان ہو ممن لم یثبت عدالتہ یرید انہ ما نص احد علی انہ ثقۃ وفی رواۃ الصحیح عدد کثیر ما
علمنا ان احدا وثقہ انتہی پس معلوم ہوا کہ قول ابن القطان کا موسی کے حق مین لم یثبت عدالتہ کچہہ ضرر
نہین کرتا ہی اور دارقطنی کا مجہول کہنا محض غلط ہی اسوجہ سے کہ موسی بن ہلال سے سات نقاد فن کہ منجملہ
اونکے امام احمد ہین روایت کرتے ہین اور جہالت دو شخص کی روایت سے مرتفع ہو جاتی ہی جیسا کہ ابن
عبد البر استذکار شرح موطا مین باب ترک الوضوء مما مست النار مین لکہتے ہین زعم قوم ان عبد الرحمن
بن زید الانصاری مجہول وہذا تحامل من قائلہ لان عبد الرحمن ہذا ہو عبد الرحمن بن زید بن عقبۃ بن
کریم الانصاری وقد روی عنہ رجال کبار موسی بن عقبۃ وبکیر بن الاشج وعمرو بن یحیی واسامۃ بن
زید اللیثی ومن روی عنہ ثلاثۃ وقیل اثنان لیس بمجہول انتہی اور واسطے توثیق و تعریف موسی کے
اسیقدر کافی ہی کہ امام احمد نے کہ غیر ثقہ سے روایت نہین کرتے ہین اون سے روایت کی ہی اور یہ بات
جو غیر ثقہ سے روایت نہ کرتا ہو کسی راوی سے تعدیل راوی پر دال ہی اسیوجہ سے ابن عدی نے تعدیل عمرو

ابی عمرو المدنی ہے کے سبب روایت مالک کے کی ہے چنانچہ تہذیب الکمال میں ہے وقال ابن عدی لا باس بہ
لان مالکا روی عنہ ولا یروی مالک الا عن صدوق ثقة انتہی اور سخاوی تحت قول عراقی کے ولیس تعدیلا
علی القول الصحیح روایۃ العدل لکھتے ہیں ہذا الذی قالہ اکثر العلماء من المحدثین والقول الثانی انہ تعدیل
مطلقا والقول الثالث التفصیل فان علم انہ لا یروی الا عن عدل کانت روایتہ عن الراوی تعدیلا
والا فلا وہذا ہو الصحیح عند الاصولیین کالسیف الآمدی وابن الحاجب وغیرہما بل وذہب الیہ جمع
من المحدثین والیہ میل الشیخین وابن خزیمۃ فی صحاحہم والحاکم فی مستدرکہ انتہی اور یہی لکھتے ہیں ابن حجر مکی
لا یروی الا عن ثقة الا فی النادر الامام احمد وبقی بن مخلد وسلیمان بن حرب وشعبۃ والشعبی وعبد الرحمن
بن مہدی ومالک ویحیی بن سعید القطان انتہی اور شیخ الاسلام تقی الدین ابن تیمیہ نے بھی تصریح
اس امر کی کی ہے کہ احمد غیر ثقہ سے روایت نہیں کرتے تھے چنانچہ سبکی شفاء الاسقام میں تحریر کرتے
ہیں قد صرح الخصم بذلک فی الکتاب الذی صنفہ فی الرد علی البکری قال ان القائلین بالجرح
والتعدیل من علماء الحدیث نوعان منہم من لم یرو الا عن ثقة عندہ کمالک وشعبۃ ویحیی بن سعید
وابن مہدی واحمد بن حنبل وکذلک البخاری وامثالہ وقد کفانا الخصم بہذا الکلام مؤنۃ تبیین ان
احمد لا یروی الا عن ثقة وح لا یبقی لہ مطعن فیہ انتہی اور امر ثانی کا جواب یہ ہے کہ روایت حدیث مذکور کو
عبید اللہ عمری سے ہونا یا عبد اللہ عمری سے ہونا مختلف فیہ ہے لیکن سبکی نے روایات بیہقی ودارقطنی
سے بخوبی ثابت کر دیا کہ یہ روایت عبید اللہ عمری سے ہے جیسا کہ عبارت اونکی سابقا منقول ہو چکی
اور یہی سبکی نے تحریر کیا ہے ورواہ عن موسی بن ہلال غیر عبید جماعۃ منہم جعفر بن محمد قال العقیلی
فی کتابہ حدثنا محمد بن عبد اللہ الحضرمی حدثنا جعفر بن محمد حدثنا موسی ابن ہلال عن عبید اللہ
عن نافع عن ابن عمر مرفوعا من زار قبری وجبت لہ شفاعتی ہکذا رأیتہ فی النسخۃ عبید اللہ ومنہم
محمد بن اسمعیل بن سمرۃ الاحمسی اختلف علیہ فروی عنہ مصغرا کما رواہ غیرہ وروی عنہ مکبرا وہکذا
قالہ ابن عدی فی الکامل وکذلک کتب الی عثمان بن محمد بن مکۃ انہ قرأ علی الحافظ یحیی بن علی بن
المفضل قراءۃ علیہ القاضی ابو القاسم حمزۃ المخزومی قال اخبرنا ابو طاہر السلفی وانبانا جماعۃ عن جماعۃ
عنہ اخبرنا ابو ابراہیم الخلیلی اخبرنا سلیم بن ایوب [illegible] محمد بن عبد اللہ اخبرنا عبد الرحمن بن ابی حاتم الرازی
حدثنا محمد بن اسمعیل الاحمسی [illegible] موسی [illegible] عبید اللہ [illegible] الحافظ یحیی بن علی القرشی

وذکر ان الصواب عبید اللہ ورأیت فی تاریخ ابن عساکر بخط ابی عبد اللہ المحفوظ عن ابن سمرۃ عبید اللہ
وقال ابن عدی فی الکامل فی ما انبانا جماعۃ بالاسناد المتقدم الیہ عبد اللہ اصح وفی ما قالہ نظر والذی
یترجح ان یکون عبید اللہ لتشافر روایات عبید بن محمد کلہا وبعض روایات ابن سمرۃ ولما سنذکرہ
من متابعۃ مسلمۃ الجہنی لموسی بن ہلال انتہی ملخصا اور برتقدیر تسلیم اس امر کے کہ روایت حدیث مذکور
عبد اللہ سے ہی ہو بھی کچھ ضرر نہین اسواسطے کہ ایک طائفہ نقادفن نے توثیق اوسکی کی ہی پس جرح بعض
دوسرے طائفہ کی مقبول نہوگی چنانچہ سبکی تحریر کرتے ہین علی ان عبد اللہ المکبر روی لہ مسلم مقرونا
بغیرہ وقال احمد صالح وابو حاتم رأیت احمد بن حنبل یحسن الثناء علیہ وقال یحیی بن معین لیس بہ بأس یکتب
حدیثہ وقال الذہبی فی نافع صالح وقال ابن عدی لا بأس بہ صدوق وقال ابن حبان کان ممن غلب علیہ الصلاح
حتی غفل عن ضبط الاخبار وجودۃ حفظ الآثار تقع المناکیر فی روایتہ فلما فحش خطاؤہ استحق الترک
وہذا الکلام من ابن حبان یعرفک انہ لم یتکلم فیہ بجرح فی نفسہ انما ہو لکثرۃ غلطہ واما حکمہ باستحقاق الترک
فمخالف لاخراج مسلم لہ فی المتابعات ولیس ہذا الحدیث فی مظنۃ ان یحصل فیہ التباس علی عبد اللہ
لا فی سندہ ولا فی متنہ فانہ فی نافع کما سبق ومتن الحدیث فی غایۃ القصر والوضوح فاحتمال خطائہ
فیہ بعید والرواۃ جمیعہم الی موسی بن ہلال ثقات انتہی اور امر ثالث کا جواب یہ ہی کہ تعاقب ابن
قطان کا عبد الحق کے سکوت کا اسوجہ سے ہی کہ اونکے زعم مین موسی بن ہلال ضعیف ہی پس جب موسی
کی توثیق بعبارات سابقہ ثابت ہوئی اونکا تعاقب کیا ضرر کریگا اور امر رابع کا جواب یہ ہی کہ مجرد
نکارت قادح نہین کما مر تفصیلہ **افادہ** اور وفاء الوفا باخبار دار المصطفی مین ہی آخر **قال** اس مقام
پر کلام ہی بچند وجوہ **اول** یہ کہ یہان پر صاحب رسالہ نے بظن غالب تحریف کی ہی اس نظر سے
کہ ظاہر ہو کہ یہ اسناد موسی بن ہلال سے خالی ہی لکھتا ہی ورواہ جماعۃ غیر موسی بن ہلال منہم
جعفر بن محمد حدثنا محمد بن ہلال البصری عن عبید اللہ مصغرا اور حال آنکہ اصل عبارت یون
ہوگی ورواہ جماعۃ غیرہ عن موسی بن ہلال البصری عن عبید اللہ مصغرا منہم جعفر بن محمد المروزی
حدثنا موسی بن ہلال عن عبید اللہ مصغرا اگر کوئی کہے کہ شاید اوس نسخہ مین جس سے صاحب رسالہ
ناقل ہی یہ عبارت اوسی طور پر ہو جواب وسکا یہ ہی کہ اگر بالفرض اوس نسخہ مین ایسا ہو تو وہ نسخہ
محض غلط ہی کیونکہ عبارت لسان سے صراحۃ ثابت ہوا کہ جعفر بن محمد ومحمد بن اسمعیل نے ایسا حدیث کو

موسی بن ہلال سے اخذ کیا ہی **اقول** یاایہا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم
جس نسخہ سے صاحب کلام مبرم نے نقل کیا اوسمین ویسی ہی عبارت تہی جیسے منقول ہوئی
اگر وہ غلط ہو تو کچہ صاحب سالہ کو ضرر نہین ہی اور غلط ہونا اوسکا ایسا امر نہین ہی کہ اوسمین
بالفرض والتقدیر کہا جاوی **قال** دوم یہ کہ سبکی نے جو عبید اللہ مصغر کو ترجیح دی سو اوسکا
جواب لسان المیزان مین بخوبی ظاہر ہوگیا **اقول** لسان مین ابن خزیمہ سے نقل کیا اشبہ
ان یکون ہذا من حدیث عبد اللہ اور دارقطنی اور عقیلی کی روایت سے عبد اللہ نقل کیا
حالانکہ سبکی نے نسخ معتمدہ سے روایت دارقطنی وعقیلی سے عبید اللہ نقل کیا اور اس
امر کا کسیکو انکار نہین کہ بعض طرق اس حدیث مین عبد اللہ واقع ہی گفتگو ترجیح مین ہی **قال**
سوم سبکی جو لکہتا ہی ومنہم محمد بن اسمعیل بن سمرۃ واختلف علیہ محل کلام ہی کیونکہ اوپر معلوم
ہوا کہ ابن خزیمہ نے بلا واسطہ محمد بن اسمعیل سے عبد اللہ بکسر روایت کیا ہی اور ایسا ہی ابن
عدی نے بواسطہ محمد بن موسی حلوانی کے پس معلوم نہین کہ سبکی کہان سے ابن سمرہ پر اختلاف
بیان کرتا ہی **اقول** من علم حجۃ علی من لم یعلم عبارت سبکی یہ ہی ومنہم محمد بن اسمعیل بن سمرۃ الا
واختلف علیہ فروی عنہ مصغر اکمار واہ غیرہ اخبرنا بذلک عبد المومن وغیرہ اذنا عن ابی نصر اخبرنا
علی بن الحسن الحافظ اخبرنا اسمعیل بن محمد بن الفضل الحافظ اخبرنا احمد بن علی بن خلف اخبرنا
ابو القاسم بن حبیب اخبرنا ابو بکر احمد بن نصر بن بکار النجاری اخبرنا ابو عبد الرحمن عبد اللہ
بن عبید اللہ حدثنا محمد بن اسمعیل الاحمسی عن موسی بن ہلال عن عبید اللہ وروی عنہ مکبرا
چہارم سبکی نے جو یہ کہا ویحتمل ان موسی سمع من عبید اللہ تارۃ وعبد اللہ سمعا ابن حجر نے اسکا
احتمال کو بعد نقل کے رد کیا ہی حیث قال فتحتمل حران یقال انہ کان عند موسی عن الا
وعبید اللہ وقد یمیل بعض الفقہاء الی ترجیح مثل ذلک وقد یقال انما یفعل مثل ذلک فی المشہور
بالحفظ الاتقان فاما مثل موسی بن ہلال فیتوقف فی ذلک وانما قواہ ہہنا ما حصل له
من متابعۃ مسلم بن سالم والظاہر الذی یقوی فی النفس انہ عندہ عن عبد اللہ **اقول**
سبکی اس امر کا جزما مدعی نہین ہی کہ موسی نے دونوں سے روایت کی بلکہ احتمالا بیان کرتا ہی
اور یہ احتمال کلام ابن حجر سے مرفوع نہین کما ہو ظاہر لمن له ادنی تدبر **قال** پنجم سبکی نے

جو یہ کہا و المنکر قال احمد صالح الخ جواب اوسکا یہ ہی کہ تہذیب الکمال وغیرہ مین لکھا ہی قال احمد کان یزید فی الاسانید ویخالف وکان یحیی بن سعید یضعفہ الخ **اقول** حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب مین عبد اللہ کی توثیق کی بہی بہت اقوال نقل کیے ہین قال ابو طلحہ عن احمد لا باس بہ قد روی عنہ ولکن لیس مثل اخیہ عبید اللہ وقال ابو حاتم رایت احمد بن حنبل یحسن الثناء علیہ وقال عثمان الدارمی عن ابن معین صویلح وقال ابن ابی مریم عن ابن معین لیس بہ باس یکتب حدیثہ وقال یعقوب بن شیبۃ ثقۃ صدوق فی حدیثہ اضطراب وقال ابن عدی لا باس بہ فی روایاتہ صدوق وقال العجلی لا باس بہ وقال ابن عمار الموصلی لم یترکہ احد الا یحیی بن سعید وزعموا انہ اخذ کتب اخیہ عبید اللہ فرواہا واورد لہ یعقوب بن شیبۃ فی سندہ حدیثا فقال ہذا حدیث حسن الاسناد وقال فی موضع آخر ہو رجل صالح مذکور بالعلم والصلاح وقول ابن معین فیہ انہ صویلح انما حکاہ عنہ اسحق واما الدارمی فقال عن ابن معین صالح ثقۃ انتہی ملخصا

پس یہ سب اقوال تعدیل کے جو ارباب بصیرت سے منقول ہین جرح مبہم پر مقدم ہونگے کما مر تفصیلا اور اگر ایسی جرح مبہم مقدم ہوا کرے تو بہت مسائل شرعیہ مین خلل واقع ہو جائیگا ملاحظہ کیجیے کہ حدیث قلتین کہ محققین اوسکو صحیح لکہتے ہین اور حدیث لا تفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب کہ محدثین اوسکو معتبر سمجہتے ہین ان دونون کی سندون مین محمد بن اسحق واقع ہی اور اوسکی شان مین کتب رجال مین کیا کیا نہین وارد ہی مگر چونکہ اقوال توثیق اوسکی حق مین واقع ہین اور اقوال جرح مبہمہ غیر موجہہ ہین اسوجہ سے جرح کا اعتبار نہین کیا گیا اور حدیث الماء طہور لا ینجسہ شئی الا ما غیر لونہ او طعمہ او ریحہ ارباب تحقیق کی نزدیک حسن ہی حالانکہ اوسکی سند مین متکلم فیہ واقع ہی وعلی ہذا القیاس بہت احادیث کہ صحاح ستہ مین بلکہ صحیح بخاری مین مروی ہین اور مستند ائمہ کبار ہین اونکی سندمین مجروح واقع ہین بلکہ اگر ایسی ہی باب اعتبار جرح مفتوح ہو جاوے تو خود امام المحدثین بخاری پر جروح واقع ہو گئین پس جرح کو مقدم کرنا لازم پڑیگا اور دین مین فساد واقع ہو جائےگا **قال** ششم یہ کہ سبکی نے جو یہ کہا واما بعد قول ابن عدی فی موسی ووجود متابع فانہ یتعین قبولہ جواب اوسکا یہ ہی کہ قول ابن عدی معارض ہی ساتھ قول ابو حاتم و عقیلی و دارقطنی و ابن قطان کے علاوہ اسکے جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہی **اقول** نہ جرح مبہم بمذہب اکثر فقہاء و محدثین مردود ہوتی اور تعدیل اوسپر مقدم ہوتی ہی پس موسی کے حق مین قول معدلین کا مثل ابن عدی وغیرہ کے مقبول ہی اور قول جارحین کا اگرچہ عدد کثیر ہون

بغیر بیان سبب مردود ہی **قال** اور متابعت ظاہرا متابعت سلم بن سالم جہنی کی مراد معلوم ہوتی
ہے پس جب تک مسلم کا اون لوگون مین سے ہونا ثابت نہ ہوجائے جنکی متابعت معتبر ہوتی ہے تب تک
یہ متابعت مفید نہین ہوسکتی کیونکہ ابن صلاح اصول حدیث مین لکھتا ہی کہ ہر شخص لائق اسکے نہین ہے
کہ اوسکی متابعت معتبر ہو **اقول** متابعت مانحن فیہ مین فقط نکارت اور تفرد موسی کی دفع کیواسطے
معتبر کی جاتی ہے نہ واسطے توثیق حدیث کی کیونکہ موسی خود ثقہ ہی اور حدیث اوسکی صحیح یا حسن
ہے اور متابع کو مطلقا ثقہ ہونا ضرور نہین بلکہ جو راوی کہ متہم بالکذب ہو اوسکے متابع کو قوی ہونا ضرور
ہے اور جو راوی کہ متہم بالکذب نہو بلکہ مجروح بضعف حفظ یا اضطراب وغیرہ ہووے اوسکا متابع
بھی اگر مثل اوسکے ہوگا اوسکی متابعت واسطے تقویت حدیث کے کافی سمجھی جاتی ہے سخاوی فتح
المغیث مین لکھتے ہین تقدم فی تقریر الحسن لغیرہ ان الضعیف الذی ضعفہ من جہۃ قلۃ حفظ راویہ
وکثرۃ غلطہ لا من جہۃ اتہامہ بالکذب اذا روی مثلہ بسند آخر نظیرہ فی الروایۃ ارتقی الی درجۃ الحسن لانہ
یزول عنہ ما نخاف من سوء حفظ الراوی ویعتضد کل منہما بالآخر انتہی اور سلمہ کو جن لوگون نے مجروح
کیا ہے انہون نے بسبب سوء حفظ و اضطراب اسناد و عدم متابعت وغیرہ کی مجروح کیا اور کسی نے
اوسکو متہم بالکذب نہین بنایا پس متابع اوسکا اگر درجات ثقاہت تک نہ پہونچا ہو بلکہ مثل اوسکی سوء
حفظ وغیرہ مین ہو اوسکی متابعت بھی مقوی حدیث ہوگی علاوہ اسکے یہ ہے کہ سلمہ کے حق مین میزان
مین لیس بثقۃ لکہا ہی اور ابن حبان نے اوسکو کتاب الثقات مین داخل کیا پس سلمہ کے حق مین
جرح مبہم و تعدیل متعارض ہوئین فیقدم التعدیل علی الجرح لما سبق افادہ اور یہی وفاء الوفا مین ہے
روی البزار من طریق عبداللہ بن ابراہیم الغفاری حدثنا عبدالرحمن عن ابیہ عن ابن عمر مرفوعا
قال اولا عبداللہ بن ابراہیم اور عبدالرحمن کا ضعف لسان سے واضح ہوگیا ثانیا تنزیہ الشریعۃ
مین مرقوم ہی عبداللہ بن ابراہیم نسبہ ابن حبان الی وضع الحدیث اور میزان مین ہی نسبہ ابن حبان
الی انہ یضع الحدیث وقال ابن عدی عامۃ ما یرویہ لا یتابع علیہ الخ اور عبدالرحمن بن
زید کی بہ نسبت تنزیہ الشریعۃ مین لکہا ہی قال الحاکم روی عن ابیہ احادیث موضوعۃ الخ **اقول**
سبکی نے شفاء مین لکہا ہے عبداللہ بن ابراہیم ابو الغفار سے روی لہ ابو داؤد والترمذی
وقال ابوداؤد منکر الحدیث وقال ابن عدی عامۃ ما یرویہ لا یتابعہ علیہ الثقات وقال البزار

عف و کرہ ہذا الحدیث عبداللہ حدث باحادیث لم یتابع علیہا وانما یکتب من حدیثہ ما لا یحفظ انہ

وعبدالرحمن بن زید بن اسلم روی لہ الترمذی ابن ماجہ وضعفہ جماعۃ وقال ابن عدی ان لہ احادیث

حسان وانہ ممن احتملہ الناس وصدقہ بعضہم وانہ ممن یکتب حدیثہ وصحح الحاکم حدیثا من جہتہ سند لکرہ

فی التوسل بالنبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم واذا کان المقصود من ہذا الحدیث تقویۃ الاول شہادۃ

لم یضر ما قیل فی ہذین الرجلین لیس راجعا الی تہمۃ کذب لا فسق ومثل ہذا یحتمل المتابعات والشواہد

انتہی اور اگر متابعت عبداللہ بن ابراہیم کی بسبب اسکے کہ اوسکو بعض نے متہم بالکذب کیا ہے

معتبر نہو تو کچھ حرج نہیں کیونکہ اسناد سابق حسن ہے حاجت اوسکی تقویت کی نہیں ہے اسکے سنے

تبرعا تقویت کی **قال** اور عبداللہ بکری کی توثیق کی روایات جو منہل الکاشف سے منقول

ہوئیں اونکا جواب یہ ہے کہ اول یہ روایات معارض ہیں اون روایات کے ساتھ جو ہمنے اوپر نقل

کیں دوم جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے **اقول** جرح مبہم مقبول نہیں اور روایات توثیق مقبول ہیں اور

معارضہ مقبول و غیر مقبول کا عجائب ہی ہے **قال** اور وفاء الوفا میں بھی لکھا ہے قال التوربشتی فی شرح المصابیح

یعنی عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر محل بحث ہی کیونکہ مشکوٰۃ المصابیح میں لکھا ہے قال

اسحق بن موسی سمعت ابن عیینۃ انہ قال ہو العمری الزاہد واسمہ عبدالعزیز ابن عبداللہ پس معلوم

ہوا کہ ابن عیینہ نے جس عمری کو مصداق حدیث یوشک الناس ان یضربوا اکباد الابل فلا یجدوا

عالما اعلم من المدینۃ کا ٹھہرایا ہی وہ عبدالعزیز بن عبداللہ ہی نہ عبداللہ بن عمر بن حفص **اقول**

آپنے حواشی مشکوٰۃ کو ملاحظہ نہیں کیا ورنہ ایسا کلام نہ لکھتے کیونکہ اوسمیں تین قول اس باب میں ذکر

ہیں منجملہ اونکی ایک قول وہ ہی جو وفاء الوفا سے نقل کیا گیا ہی طیبی اپنی حاشیہ میں کہ جسکا نام

الکاشف عن حقایق السنن ہی لکھتے ہیں قال التوربشتی عن عبدالرزاق انہ قال ہو العمری الزاہد ہو

عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب انتہی اور مختصر حواشی طیبی میں جو سید شریف

کی طرف منسوب ہے تحت قول صاحب مشکوٰۃ کی قال ابن عیینۃ انہ مالک بن انس و مثلہ عن عبدالرزاق

مرقوم ہی ای مثل قول ابن عیینۃ عن عبدالرزاق ابن عیینۃ اسمہ سفیان واما عبدالرزاق فاحد المکثرین من

الروایۃ روی عنہ احمد بن حنبل ویحیی بن معین وغیرہما وہذا مخالف لما فی شرح الشیخ التوربشتی وان

ارید مطابقتہ ایاہ فیرمی ومثلہ تتمۃ للکلام السابق وابتداء لقولہ عن عبدالرزاق وقال التوربشتی ذکر

انتہی ملا علی قاری کی شرح مشکوٰۃ میں بعد نقل عبارت [illegible] ۱۲ منہ

الشیخ ابو محمد فی کتابہ عن ابن عیینۃ انہ قال ہو مالک بن انس عن عبد الرزاق انہ قال ہو العمری الزاہد
وہو عبد اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر وقال المظہر اراد بالعمری عمر بن عبد العزیز والصحیح ما رواہ
الترمذی وذکر فی المتن ولان ابن عبد العزیز من اہل الشام انتہی اور ملا علی قاری مرقاۃ المفاتیح شرح
مشکوۃ المصابیح میں تحت قولہ عن عبد الرزاق کے لکھتے ہیں قال الطیبی ہذا مخالف لما فی شرح الشیخ
التوربشتی کما سیاتی وان ارید مطابقۃ ایاہ وقبری وقولہ تتمۃ للکلام السابق وابتداء لقولہ عن عبد الرزاق
تامل قلت ویمکن ان یکون عنہ قولان ایضا انتہی اور بعد ایک سطر کے لکھتے ہیں قال التوربشتی
ذکر الشیخ ابو محمد فی کتابہ عن ابن عیینۃ انہ مالک عن عبد الرزاق انہ قال ہو العمری الزاہد وہو عبد اللہ
بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر وقال المظہر اراد بالعمری عمر بن عبد العزیز والصحیح ما رواہ الترمذی اذ
قال الطیبی وقال ابن ملک اراد بہ عمر بن عبد العزیز الخلیفۃ قیل لہ العمری نسبۃ الی عمر بن الخطاب لانہ
ابن بنتہ وقیل ہو عبد اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر کان آخر العلماء الراسخین انتہی ان عبارات
واضح ہوا کہ بعض نے عمری سے کہ جسکو عبد الرزاق اور سفیان نے مصداق حدیث یوشک الناس الخ
بنایا ہے مراد عبد اللہ بن عمر العمری جو راوی حدیث من زار قبری وجبت لہ شفاعتی ہیں لیا ہے
اور بعض نے عبد العزیز عمری کو تجویز کیا اور بعض نے عمر بن عبد العزیز لکھا ہے طائفہ اولی کے قول سے
توثیق عبد اللہ عمری کے ثابت ہوئی **افاد** عبد اللہ بن عمر العمری کے توثیق سابق میزان
الاعتدال کاشف اور وفاء الوفا سے منقول ہو چکی **قال** تقریب اور جامع ترمذی اس کلام امام احمد وغیرہ
بن سعید اور علی بن المدینی اور یعقوب بن شیبہ اور نسائی سے ضعف اسکا ابھی ثابت ہوا جرح
تعدیل پر مقدم ہوتی ہے **اقول** توثیق اسکے کلام امام احمد اور یحیی بن معین اور ابو حاتم اور ابن عدی
اور دارمی اور یعقوب بن شیبہ اور عجلی اور ابن عمار وغیرہ ابھی معلوم ہو چکی اور بعد تعدیل جرح مبہم پر مقدم
ہوتی ہے **قال** مخفی نہ رہے کہ اس مقام پر صاحب رسالہ نے مسلمہ بن سالم جہنی کی توثیق مطلق نہیں
کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا غیر ثقہ ہونا تسلیم کر لیا **اقول** چونکہ حاجت توثیق مسلمہ کی
نہ تھی جیسا کہ سابقاً گذر چکا لہذا کلام مبرم میں توثیق کو ذکر نہ کیا اور اس سے تسلیم کر لینا ضعف
اسکا **افادہ** اس حدیث کی حسن میں کسی طرح کا شبہ نہیں ہے **قال** اس حدیث کی اسناد
میں مسلمہ بن سالم جہنی موجود ہے اور اسکا ضعف صاحب رسالہ نے بھی تسلیم کر لیا پھر اس حدیث کو

حسن بلکہ صحیح کہنا کمال مقام تعجب ہے **اقول** یہ حکم تعلّی افترا ہے کس جملہ سے صاحب کلام منزم کی تسلیم
معلوم ہوتی ہے اور سکوت توثیق مسلمہ بھی بوجہ موضعہ واقع ہوا جیسا کہ ابھی گذر چکا اور حدیث کی
مطلق حسن ہونے میں ثقہ ہونا راوی کا شرط نہیں ہے چنانچہ زین عراقی شرح الفیہ میں لکھتے ہیں
تقدم ان الحسن لا یشترط فیہ ثقۃ رجالہ بل اذا کان فیہم من لم یتہم بالکذب وروی من وجہ آخر کان حسنا
علی الشروط المتقدمۃ وغیر المتہم اعم من ان یکون ثقۃ او مستورا انتہی و فتح المغیث میں ہے اما مطلق الحسن
فہو الذی اتصل سندہ بالصدوق الضابط المتقن غیر تامہما او بالضعیف بما عدا الکذب اذا اعتضد مع خلوہما
عن الشذوذ والعلۃ انتہی پس اگر عدم ثقہ ہونا مسلمہ کا مسلم بھی ہو حدیث کی حسن ہونے میں کچھ قدح نہیں
ہوگی جب تک کہ اوسکا متہم بالکذب ہونا ثابت ہو اور اس حدیث کی مثل جسکو مسلمہ نے
روایت کیا ہے دوسری طریق سے بھی مروی ہے اور اسمیں صحابی بنام ایک راوی کی کوئی خلل
نہیں ہے چنانچہ سبکی لکھتے ہیں قال یحیی الحسینی فی اخبار المدینۃ حدثنا محمد بن یعقوب حدثنا عبد اللہ بن وہب
عن رجل عن بکر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم قال من اتی المدینۃ زائرا لی وجبت لہ
شفاعتی یوم القیامۃ ومن مات فی احد الحرمین بعث آمنا انتہی اور سمہودی لکھتے ہیں محمد بن یعقوب ہو
ابو عمر الزبیری المدنی صدوق وعبد اللہ بن وہب ثقۃ وبکر بن عبد اللہ ان کان المزنی فہو تابعی
جلیل فیکون مرسلا وان کان بکر بن عبد اللہ بن الربیع الانصاری فہو صحابی انتہی **افاد** عبارت
میزان میں یہ ہے قال عبد اللہ بن احمد عن ابیہ متروک الحدیث فہذہ روایۃ ابن ابی حاتم واما
روایۃ ابی علی الصواف عن عبد اللہ عن ابیہ قال صالح الخ **قال** اس مقام پر عبارت میزان
لفظا بلفظ نقل کرنا مقصود نہیں بلکہ مقصود نقل روایات جرح ہے اور روایت توثیق اسلیے
منقول نہیں ہوئی کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے **اقول** فقط روایات جرح نقل کرنا معیوب ہے شرعا
دوسرا وجرح کو مقدم کرنا خلاف جمہور محدثین ہے جیسا کہ تفصیل اسکی گذر چکی **قال** اور حفص
بن سلیمان کی نسبت میزان الاعتدال میں لکھا ہے وکان واہیا فی الحدیث الخ **اقول** حدیث
من حج فزار قبری بعد وفاتی فکانما زارنی فی حیاتی کو اجلہ محدثین نے اسانید متعددہ سے روایت کیا
دار قطنی اپنی سنن میں لکھتے ہیں حدثنا عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز حدثنا ابو الربیع الزہرانی حدثنا
حفص بن ابی داؤد عن لیث عن مجاہد عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ وسلم من حج فزار قبری

بعد وفاتی کان کمن زارنی فی حیاتی اور سند طبرانی یہ ہے حدثنا الحسین بن اسحق التستری حدثنا ابو الربیع
حدثنا حفص بن ابی داود عن لیث الخ اور سند ابو یعلے یہ ہے حدثنا ابو الربیع حدثنا حفص بن ابی
داود الخ اور سند ابو احمد بن عدی صاحب کامل یہ ہے اخبرنا الحسن بن سفیان حدثنا علی بن حجر
وحدثنا عبد اللہ بن محمد البغوی حدثنا ابو الربیع الزہرانی قال علی حدثنا حفص بن سلیمان وقال
ابو الربیع حدثنا حفص بن ابی داود قالا عن لیث الخ اور سند ابن عساکر یہ ہے اخبرنا الخلال اخبرنا
ابراہیم بن منصور السلمی اخبرنا ابو بکر المقری اخبرنا ابو سعید المفضل بن محمد بن ابراہیم الجندی حدثنا
سلمۃ حدثنا عبد الرزاق حدثنا ابو عمر حفص بن سلیمان الخ اور دوسری سند ابن عساکر کی یہ ہے اخبرنا
ابو القاسم السمرقندی اخبرنا ابو القاسم اسمعیل بن مسعدۃ اخبرنا حمزۃ بن یوسف السہمی اخبرنا ابو احمد بن
عدی اخبرنا الحسن بن سفیان حدثنا علی بن حجر حدثنا حفص الخ اور تیسری سند ابن عساکر یہ ہے
اخبرنا ابو القاسم اخبرنا ابو بکر البیہقی اخبرنا علی بن احمد بن عبدان حدثنا احمد بن عبید حدثنی محمد
بن اسحق حدثنا بکار حدثنا حفص بن سلیمان عن لیث الخ اور سند بیہقی یہ ہے حدثنا عبید اللہ
بن یوسف اخبرنا محمد بن نافع الخزاعی حدثنا المفضل الجندی حدثنا سلمۃ حدثنا عبد الرزاق حدثنا
حفص الخ اور سند ابن نجار صاحب الدرۃ الثمینۃ فی اخبار المدینۃ یہ ہے انبانا عبد الرحمن بن علی
اخبرنا ابو الفضل الحافظ عن ابی علی الفقیہ انبانا ابو القاسم الازہری اخبرنا القاسم بن الحسن حدثنا الحسن
بن الطیب حدثنا علی بن حجر حدثنا حفص بن سلیمان عن لیث الخ اور سند ابن جوزی مثیر الغرام الساکن
الی اشرف الاماکن میں یہ ہے حدثنا ابو الفضل عن ابی علی انبانا ابو القاسم اخبرنا القاسم بن حسن حدثنا
الحسن بن الطیب الخ اور ابو یعلی کی سند یہ ہے حدثنا یحیی بن ایوب حدثنا حسان بن ابراہیم حدثنا حفص
بن سلیمان عن کثیر بن شنظیر عن لیث بن ابی سلیم عن مجاہد الخ اور تقی الدین سبکی نے بعد ذکر
کرنے اپنے اسانید کی طرف ان محدثین مذکورین کی حفص کے توثیق کی تحقیق بلیغ کی ہے
عبارت اونکی یہ ہے اما کون حفص بن سلیمان القاری العامری ہو حفص بن ابی داود فکذلک
قال البخاری وابن ابی حاتم وابن عدی وغیرہم واما کونہ ہو الراوی لہذا الحدیث فکذلک قال ابن
عدی وابن عساکر واشار الیہ البیہقی بقولہ الحق الی الذین لکن ابن حبان فی کتاب الثقات ذکر
ما یقتضی التوقف فی ذلک فانہ قال حفص بن سلیمان البصری المقری یروی عن الحسن مات سنۃ

ثلاثين ومائة وليس ہذا بحفص بن سليمان البزار ابي عمر القاري ذلك ضعيف وهذا ثبت ثم قال في الطبقة
التي بعدها حفص بن ابي داؤد يروي عن ابن حبيب روى عنه ابو الربيع الزهراني ہذا كلام ابن
حبان ومقتضاه ان حفص بن ابي داؤد المذكور في الطبقة الاخيرة ثقة وانه غير القاري الضعيف
المذكور في الطبقة التي قبله على سبيل التمييز بينه وبين البصري وقد ذكر ابن حبان حفص بن سليمان
البصري في كتاب المجروحين وذكر ضعفه وقال انه ابن ابي داؤد ويبعد القول بانه اشتبه عليه وجعلها
اثنين احدهما ثقة والآخر ضعيف على ان ہذا مقابل بان ابن عدي ذكر في ترجمة حفص القاري
من حديث ابي الربيع الزهراني عن حفص عن الهيثم بن حبيب عن عون بن ابي جحيفة عن ابيه قال
مر النبي صلى الله عليه وآله وسلم برجل يصلي قد سدل ثوبه فعطفه عليه ويبعد ايضا ان يكونا اثنين واشتبه
على ابن عدي فجعلهما واحدا والموضع موضع نظر فان صح مقتضى كلام ابن حبان زال الضعف
فيه ولاينافي ہذا كونه جاء مسمى في رواية ہذا الحديث لجواز ان يكون قد وافق حفصا القاري في
اسم ابيه وكنيته وان كان هو القاري كما حكم به ابن عدي وغيره وهو ابن امرأة عاصم فقد اكثر
الناس الكلام فيه وبالغوا في تضعيفه حتى قيل عن عبد الرحمن بن يوسف انه كذاب متروك
يضع الحديث وعندي ان ہذا القول سرف فان ہذا الرجل امام قرأة وكيف يعتقد انه يقدم
على وضع الحديث والكذب ويتفق الناس على الاخذ بقرآنه وانما غايته انه ليس من اهل الحديث
فلذلك وقعت المنكرات والغلط الكثير في روايته وقد قال عبد الله بن احمد بن حنبل سألته
يعني اباه عن حفص بن سليمان المقرئ فقال هو صالح وروى عثمان بن احمد الدقاق عن حنبل بن
اسحق قال قال ابو عبد الله وما كان بحفص بن سليمان المقرئ باس وحسبك بهذين القولين عن
احمد وهما مقدمان على من روى عن احمد خلاف ذلك وان ثبت ضعفه فانه لم يتفرد بهذا الحديث
وقول البيهقي انه انفرد بحسب ما اطلع عليه وقد جاء في معجمي الطبراني الكبير والاوسط متابعة
انتہی اور تہذیب الکمال میں ہے حفص بن سلیمان الاسدی قال ابو علی الصواف عن عبد الله بن
احمد عن ابیه صالح وقال حنبل بن اسحق عن احمد ما به باس انتہی ملخصا **قال** اور ابو یعلی کی روایت
میں اگرچہ حسن بن الطیب نہیں ہے لیکن حفص بن سلیمان اور کثیر بن شنظیر اور لیث بن ابی سلیم واقع ہیں اور یہ تینوں ضعیفان ہیں حفص بن
سلیمان کا ضعف تو ثابت ہے ہوا اور لیث کا ضعف ثابت ہوگا آپ کثیر بن شنظیر کا حال ملاحظہ فرمائیے تہذیب الکمال اور میزان الاعتدال

مین لکھاہی قال ابوزرعة لین وقال احمد بن صالح ضعیف وقال یحیی بن معین لیس بشئی الخ
اقول ان جروح مبہمہ کے معارض اقوال تعدیل موجود ہین میزان الاعتدال مین ہی قال
احمد صالح الحدیث وروی عثمان بن سعید عن یحیی قال ثقة وقال ابن عدی احادیثہ ارجوان
تکون مستقیمة انتہی اور کاشف مین ہی کثیر بن شنظیر الازدی البصری عن مجاہد وطائفة
وعنہ عبدالوارث وطائفة قال ابوزرعة لین وقال احمد وغیرہ صالح الحدیث انتہی قال اور
طبرانی نے کبیر اور اوسط مین اس اسناد سے روایت کیا ہی احمد بن رشدین عن ابیہ
عن اللیث بن بنت اللیث بن ابی سلیم قال حدثتنی جدتی عائشة بنت یونس امرأة اللیث
عن لیث بن ابی سلیم عن مجاہد عن ابن عمر اس اسناد مین احمد بن رشدین ہی اوسکی نسبت
میزان مین لکھا ہی قال ابن عدی کذبوہ الخ اور یہی ایمن رشدین ہی اوسکی ترجمہ مین تہذیب الکمال
مین کہا قال ابن معین لیس بشئی الخ اقول تہذیب الکمال مین بہ نسبت رشدین کے
یہ بہی لکھا ہی قال المیمونی سمعت اباعبداللہ یقول رشدین بن سعد لیس یبالی عمن روی
عنہ لکنہ رجل صالح قال ثقة الہیثم بن خارجة وکان فی المجلس فتبسم ابوعبداللہ وقال لیس
بہ باس فی احادیث الرقاق وقال البغوی سئل احمد عنہ فقال ارجوانہ صالح الحدیث اور حافظ
عبدالعظیم المنذری کتاب الترغیب والترہیب مین لکھتے ہین رشدین بن سعد قال احمد ارجوانہ
صالح الحدیث وحسن لہ الترمذی انتہی قال اور راوی مین راوی لیث بن ابی سلیم ہی اوسکی
بہ نسبت تہذیب مین مرقوم ہی قال النسائی ضعیف الخ اقول ضعف لیث کا ایسا ہے
انجبار اسکا بسبب متابعات کے ہوسکتا ہی اور اقوال تعدیل بہی اسکی حق مین موجود ہین کاشف
مین ہی لیث بن ابی سلیم فیہ ضعف یسیر من سوء حفظہ وکان ذا صلوة وصیام وعلم کثیر انتہی
اور کتاب الترغیب والترہیب مین ہی لیث بن ابی سلیم فیہ خلاف وقد حدث عنہ الناس وقال
الدارقطنی کان صاحب سنة انما انکروا علیہ الجمع بین عطاء وطاؤس ومجاہد ووثقہ ابن معین
فی روایة انتہی افاد توثیق اس حدیث کی کہ معنی متحد ہی ساتہہ حدیث من حج ولم یزرنی فقد
جفانی کے الخ قال اول متحد المعنی ہونا ان دونون حدیثون کا غیر مسلم ہی کیونکہ ایک مین
لفظ سعة موجود ہی اور دوسرے مین یہ لفظ نہین اقول یہ ظاہر ہی کہ جسمین لفظ سعة نہین ہے

اوسمین وہ مراد ہی پس معنی دونو حدیثین متحد ہوئین آور اگر یہ شبہ ہووے کہ من حج ولم یزرنی فقد جفانی
مین لفظ حج ہی اور اس حدیث یعنی من وجد سعۃ فلم یزرنی فقد جفانی مین یہ لفظ نہین تو جواب اوسکا
یہ ہی کہ جسمین لفظ حج ہی وہ اتفاقا وارد ہی قید احترازی نہین ہی پس یہ زیادت اتحاد معنی مین مخل
نہوگی آور وجہ اسکی کہ یہ قید اتفاقی ہی یہ ہی کہ اس حدیث کے دوسرے طریقون مین یہ لفظ نہین
ہی سبکی شفاء الاسقام مین لکہتے ہین قال ابو الحسن بن الحسن بن جعفر الحسینی فی کتاب اخبار المدینۃ
حدثنا محمد بن سمعیل حدثنی ابو احمد الہمدانی حدثنا النعمان بن شبل حدثنا محمد بن الفضل عن جابر عن
محمد بن علی عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم من زار قبری بعد موتی فکانما
زارنی فی حیاتی ومن لم یزرنی فقد جفانی وقال الحافظ ابو عبد اللہ بن النجار فی الدرۃ الثمینۃ روی
عن علی انہ قال قال رسول اللہ من لم یزر قبری فقد جفانی وقال ابو سعید عبد الملک بن محمد بن
ابراہیم النیسابوری الواعظ فی کتاب شرف المصطفی روی عن علی مرفوعا من زار قبری بعد موتی
فکانما زارنی فی حیاتی ومن لم یزر قبری فقد جفانی وہذا الکتاب فی ثمان مجلدات ومصنفہ عبد الملک
صنف فی علوم الشریعۃ کتبا توفی سنۃ ست واربعمائۃ بنیسابور وقبرہ بہا مشہور یزار ویتبرک بہ و
قد روی حدیث علی من طریق آخر لیس فیہ تصریح بالرفع ذکرہ ابن عساکر انبانا عبد الملک وآخرون
عن ابن الشیرازی اخبرنا ابن عساکر اخبرنا ابو العز احمد بن عبید اللہ اخبرنا ابو محمد الجوہری اخبرنا علی بن
محمد بن احمد حدثنا محمد بن ابراہیم حدثنا منصور بن قدامۃ الواسطی حدثنا الضیاء بن ابی الحکم
حدثنا عبد الملک بن ہارون عن ابیہ عن جدہ عن علی قال من سال لرسول اللہ الدرجۃ الرفیعۃ
حلت لہ شفاعتہ یوم القیامۃ ومن زار قبر رسول اللہ کان فی جوار رسول اللہ وعبد الملک فیہ کلام
کثیر انتہی اور سمہودی بغرض توثیق روایت ابو الحسن الحسینی لکہتے ہین النعمان بن شبل تقدم الکلام
علیہ فی الحدیث الخامس ومحمد بن الفضل قال انہ مدنی فہو غیر محمد بن الفضل بن عطیۃ الذی کذبوہ
خلاف قول ابن عبد الہادی انہ ہو لان ذاک کوفی ویقال مروزی نزل بخارا وجابر ان کان الجعفی کما
قال ابن عبد الہادی فہو ضعیف فیہ کلام کثیر ووثقہ شعبۃ والثوری ومحمد بن علی ان کان ابا جعفر الباقر
فالسند منقطع لانہ لم یدرک جدہ علی بن ابی طالب وان کان ابن الحنفیۃ فقد ادرک اباہ علیا
انتہی آور ابن حجر مکی نے تصریح اتفاقی ہونے قید حج کے کی ہی عبارت اونکی یہ ہی مران ذکر الحج فی خبر

من حج ولم يزرني فقد جفاني انما هو لبيان الاولى لان ترك الزيارة ممن حج وقد قرب من المدينة اي ليتيسر له فعلها اقبح من تركها ممن لم يحج وما ذكر لبيان الاولى لا مفهوم له وح فيكون المعنى من لم يزرني فقد جفاني واذا تقرران هذا معناه فلا يفهم منه ان من زاره ثم حج ولم يزره مرة اخرى بعد حجه انه جفاه نعم يوخذ من قولهم الآتي اول الفصل الرابع اذا انصرف الحجاج الخ انه يسن بكل حاج اذا انصرف من حجه مليا او بخيره ان يزور عقب كل حج وان الزيارة تتاكد ح ولا ينافي هذا ما قدمته اولا بل يحمل هذا على الاول فضل وتركه لا جفاء فيه بخلاف ترك السنة التي هي الزيارة مثلا من اصلها فانه جفاء اي جفاء انتهى اس عبارت سے اور عبارات سابقہ ابن حجر سے صاف ترجیح قول وجوب زیارت ظاہر ہے کما لا یخفی **قال** تفصیلہ ثانیا اگر متحد المعنی ہونا تسلیم ہی کیا جاے تو بہی ایک کی توثیق سے دوسرے کی توثیق لازم نہین آتی مگر جبکہ اوسکی اور اوسکی سند کے راوی متحد ہون **اقول** یہ قاعدہ کس کتاب مین ہے کتب اصول میں اسکے خلاف مصرح ہے **افاد** محدثین چند فرقہ پر متفرق ہین الخ **قال** ابن جوزی اور صغانی کو اگرچہ بعض محدثین نے مبالغین مین معدود کیا ہے لیکن اوس سے یہ لازم نہین آتا کہ جس حدیث کو ابن جوزی نے موضوع کہا اور اوسکی متابعت اوروں نے بہی کی ہے اوسکا بہی موضوع ہونا مسلم نرکہا جاویگا اور اس حدیث مین اور محدثین نے بہی متابعت ابن جوزی کی کی ہے جیسے زرکشی و ذہبی و محمد بن عبد الہادی وشیخ الاسلام ابن تیمیہ وشوکانی اور انہین سے تینوں اول کا مبالغین مین سے ہونا تو صاحب رسالہ نے اصلا مذکور نہین کیا **اقول** جب مبالغ ہونا ابن جوزی اور صغانی کا اس باب مین ثابت ہو گیا پس بعد اونکے جو محدثین آئے اونہون نے اگر متابعت انہی دونون کی بمجرد تحریر ان دونوں کے کی اس صورت مین ہرگز اونکا کلام مقبول نہوگا اور اگر خود اونہون نے تحقیق رواۃ کرکے حکم وضع کا دیا بعد معاینہ اونکی تحقیق کی حکم اونکا مسلم رکہا جاویگا اور ذہبی نے جو اس حدیث جفانی پہ حکم وضع کا دیا بمتابعت ابن جوزی کے دیا چنانچہ ابن حجر نے لسان مین تصریح اسکی کی پس کلام اونکا مقبول نہوگا باقی رہی زرکشی اور ابن عبد الہادی اونکی عبارت معائنہ کرانا چاہیے اور ثابت کرنا چاہیے کہ اونہون نے مجرد متابعت مبالغین سے حکم وضع کا نہین دیا **قال** اور ابن تیمیہ کے مبالغین مین سے ہونیکے لیے اگرچہ عبارت لسان کی پیش کی لیکن اوسمین تحریف کو کام فرمایا پوری عبارت یہ ہے

طالعت الرد المذكور فوجدته كما قال السبكي في الاستيعاب لكن وجدته كثير التحامل الى الغاية في رد الاحاديث

التی یوردہا ابن المطہر الحلی وان کان معظم ذلک من الموضوعات والواہیات لکن ردّ فی ردہ کثیرا من الاحادیث
الجیاد التی لم یستحضر حالۃ تصنیفہ مظانہا الثابتۃ کان لاتساعہ فی الحفظ ان اتکل علی ما فی صدرہ والانسان
عائد للنسیان انتہی اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ ابن تیمیہ اون لوگون سے نہین ہے جنکی عادت یہ ہے
کہ از روی مبالغہ حدیث صحیح کو رد کر دیتے ہین ورنہ جو عذر صاحب لسان نے بیان کیا اوسکی کیا حاجت
تہی **اقول** کیا آپکا فہم عالی ہے کہ تحریف اور اختصار مین فرق نہین سمجھتے ہین اور اختصار پر جا بجا
حکم تحریف کا دیتے ہین اور جو عذر صاحب لسان نے بیان کیا وہ آپکے مضر ہے کیونکہ اوس سے صاف
واضح ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ بوقت تصنیف مجرد اپنے حفظ کے اعتماد پر احادیث کو مقدوح کرتے
تہے اور رجوع طرف مظان اون احادیث کے اور مواقع احوال رواۃ کے نہین فرماتے تہے اور یہی
معنی مبالغہ کے ہین کہ بغیر تامل و فکر ایک حدیث صحیح کو موضوع اور واہی بنا دینا اور اوسپر اتفاق
اہل علم نقل کرنا اور ابن جوزی و صغانی کیطرف جو مبالغہ منسوب کیا گیا اوسکی یہ معنی نہین ہین
کہ یہ دونو غلبہ ہوسات نفسانیہ سے یا جہل و عناد سے احادیث صحیحہ کو موضوع بناتے کیونکہ
ایسا خیال فاسد ایسے اجلۂ محدثین کیطرف کہ جنکی تصانیف تمام اکناف و اطراف مین دائر و سائر
ہین اور اونکی جلالت قدر پر دال ہین کوئی نہین کر سکتا بلکہ غرض یہ ہے کہ یہ دونو بغیر تامل وافر
و فکر غائر و بغیر رجوع طرف مواقع احادیث کے حکم وضع کا دیتے تہے اور یہی مضمون ابن تیمیہ مین
بہی حسب تصریح ابن حجر پایا گیا پس اونکی مبالغین ہونے مین کیا شک ہا منہاج السنۃ تصنیف
ابن تیمیہ کے ملاحظہ کیجیے اوسنے کیفیت مبالغہ کی منکشف ہو جائے گی بطور نمونہ چند مواضع
اوسمین سے تحریر ہوتے ہین ایک مقام پر لکہتے ہین ما یذکرون فی فضائل عاشوراء وما ورد
من التوسعۃ علی العیال و فضائل المصافحۃ والحناء والخضاب والاغتسال ونحو ذلک ویذکرون فیہا صلاۃ
کل ذلک کذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم لم یصح فی عاشوراء الا فضل صیامہ انتہی
اس مبالغہ کو دیکہیے کہ جملہ ان اخبار پر سوا خبر صیام عاشوراء کے کذب کا حکم دیتے ہین حالانکہ
اگرچہ احادیث فضل حناء و خضاب وغیرہ باطل ہین لیکن حدیث توسعۃ علی العیال نزدیک محققین
محدثین کے حسن بلکہ صحیح ہے سخاوی مقاصد حسنہ مین لکہتے ہین حدیث من وسع علی عیالہ فی
یوم عاشوراء وسع اللہ علیہ السنۃ کلہا الطبرانی والبیہقی فی الشعب و فضائل الاوقات وابو الشیخ

عن ابن مسعود والاولان فقط عن ابی سعید والثانی فقط فی الشعب عن جابر وابی ہریرۃ وقال ابن تیمیۃ
کلہا ضعیفۃ لکن اذا ضم بعضہا الی بعض افاد قوۃ بل قال العراقی فی امالیہ لحدیث ابی ہریرۃ طرق صحح
بعضہا ابن ناصر الحافظ واوردہ ابن الجوزی فی الموضوعات من طریق سلیمان بن ابی عبد اللہ
وقال سلیمان مجہول وسلیمان قد ذکرہ ابن حبان فی الثقات فالحدیث حسن علی رائہ وقال وله
طرق عن جابر علی شرط مسلم اخرجہا ابن عبد البر فی الاستذکار من روایۃ ابی الزبیر عنہ وہی اصح
طرقہ عنہ انتہی اور ایک مقام میں ابن تیمیہ لکھتے ہیں حدیث الطیر لم یروہ واحد من اصحاب
الصحیح ولا صححہ ائمۃ الحدیث ولکن ہو مما رواہ بعض الناس کما رواہ امثالہ فی فضل غیر علی وحدیث
الطائر من المکذوبات الموضوعات عند اہل العلم بحقائق النقل انتہی اس سلب کلی اور حکم جزمی
کو دیکھیے حالانکہ حدیث طیر کو ترمذی وغیرہ اجلۂ محدثین نے روایت کیا ہے اور اکثروں نے اوس پر
حکم ضعف کا دیا ہے ذہبی سیر اعلام النبلاء میں ترجمۂ ابو بکر سجستانی میں لکھتے ہیں وحدیث الطیر
علی ضعفہ فلہ طرق جمۃ وقد افردتہا فی جزء ولا انا بالمعتقد بطلانہ انتہی اور ایک مقام میں تحریر
کرتے ہیں اما حدیث صلوۃ التسبیح فان فیہا قولین لہم واظہر القولین انہا کذب وان کان قد
اعتقد صدقہا طائفۃ من اہل العلم ولہذا لم یاخذ بہا احد من ائمۃ المسلمین انتہی اس عبارت کو دیکھیے
کہ قول الخفی کو اظہر بنا دیا اور اس حدیث کے اعتبار کا ائمۂ مسلمین سے سلب کلی کیا حالانکہ یہ
حدیث اجلۂ نقاد کے نزدیک صحیح ہے سیوطی مرقاۃ الصعود شرح سنن ابی داؤد میں لکھتے ہیں
افرط ابن الجوزی فاوردہ ہذا الحدیث فی الموضوعات واعلہ بموسی بن عبد العزیز وقال انہ مجہول
وقال الحافظ ابن حجر فی کتاب الخصال المکفرۃ للذنوب المقدمۃ والموخرۃ اساء ابن الجوزی بذکرہ
ہذا الحدیث فی الموضوعات وقولہ ان موسی مجہول لم یصب فیہ فان ابن معین والنسائی وثقاہ
وقال فی امالی الاذکار ہذا الحدیث اخرجہ البخاری فی جزء القراءۃ خلف الامام وابو داؤد وابن ماجۃ
وابن خزیمۃ فی صحیحہ والحاکم فی مستدرکہ وصححہ والبیہقی وممن صحح ہذا الحدیث او حسنہ غیر من تقدم
ابن مندۃ والف کتابا والآجری والخطیب وابو سعد السمعانی وابو موسی المدینی والمنذری و
ابن الصلاح والنووی فی تہذیب الاسماء وآخرون انتہی ایسے ہی ابن تیمیہ جابجا منہاج السنۃ
میں اور تصانیف دیگر میں احادیث معتمدہ کو کہ اجلۂ محدثین اونکی تحسین وتصحیح کرتے ہیں بعلت

ابن جوزی و دیگر متشددین کے بسبب اعتماد و سعت حفظ کے حکم وضع اور کذب کا دیتے ہین اور انکا قول
اہل علم سے اوسکو رد کرتے ہین کما لا یخفے علی من طالعہا پس معلوم ہوا کہ کلام انکا ایسے
مواقع مین بغیر تطبیق دوسرے محدثین کے کلام کے مسلم نرکہا جاویگا اور غرض اس بیان سے
تحقیر ابن تیمیہ نہین ہی بلکہ غرض اسیقدر ہی کہ اونکا حکم اس باب مین مسلم نرکہا جاویگا ورنہ فی نفسہ
ابن تیمیہ کی جلالت اور وسعت نظر و حفظ اور مہارت فنون حدیث و تفسیر و فقہ و اصول
وغیرہ مین شبہ نہین ہی اور بنظر اسکے کہ اکثر قاصرین نظر ابن تیمیہ پر تشنیع بلیغ کرتے ہین اور انکے
قول کو ہر باب مین لغو سمجھتے ہین چند عبارات اجلہ محدثین کے جو انکی جلالت پر دال ہین نقل
کیجاتے ہین حافظ ابن حجر درر کامنہ مین لکھتے ہین قال الذہبی مترجما لابن تیمیہ فی بعض الاجازات
قرأ القرآن والفقہ وناظر واستدل وہو دون البلوغ و درس وہو دون العشرین وصنف التصانیف وصار
من کبار العلماء فی حیاۃ شیوخہ وتصانیفہ نحو اربعۃ آلاف کراریس واکثر وقال الذہبی فی موضع
آخر اما نقلہ لمذاہب الصحابۃ والتابعین فضلا عن المذاہب الاربعۃ فلیس لہ فیہ نظیر وقال
فی موضع آخر لہ باع طویل فی معرفۃ اقوال السلف وقل ان یذکر مسئلۃ الا ویذکر فیہا مذاہب
الائمۃ وقد کتب الذہبی الی السبکی یعاتبہ بسبب الکلام وقع منہ فی ابن تیمیۃ فاجابہ ومن جملۃ الجواب
اما قول سیدی فی الشیخ تقی الدین بن تیمیۃ فالمملوک یتحقق کبر قدرہ وزخارۃ بحرہ وتوسعہ
فی العلوم النقلیۃ والعقلیۃ وفرط ذکائہ واجتہادہ والمملوک یقول ذلک دائما وقدرہ فی نفسی
اکبر من ذلک واجل مع ما جمعہ اللہ من الزہادۃ والورع والدیانۃ ونصرۃ الحق والقیام لہ لا لغرض
وجریہ علی سنن السلف وقرأت بخط الحافظ صلاح الدین العلائی فی ثبت شیخ شیوخنا الحافظ
بہاء الدین عبد اللہ بن محمد بن خلیل ما نصہ وسمع بہاء الدین علی شیخنا وسیدنا وامامنا شیخ التحقیق
السالک بمن تبعہ احسن طریق ذی الفضائل المتکاثرۃ والحجج الباہرۃ وہو الشیخ الامام العالم
الربانی والحبر البحر النورانی امام الائمۃ برکۃ الامۃ علامۃ العلماء وارث الانبیاء والمرسلین آخر
المجتہدین اوحد علماء الدین شیخ الاسلام حجۃ الاعلام قدوۃ الانام برہان المتکلمین قامع
المبتدعین سیف المناظرین کنز المستفیدین ترجمان القرآن اعجوبۃ الزمان فرید العصر
والاوان تقی الدین امام المسلمین حجۃ اللہ علی العالمین عمدۃ الحفاظ فارس المعانی والالفاظ

رکن الشریعة ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن تیمیة الحرانی الحنبلی انتہی **قال** اور اگر رد کرنا کسی
حدیث کا کہ دوسرے کے نزدیک جید ہو موجب شمار کا گروہ مبالغین سے ہو تو کوئی شخص
اہل فن سے اس مبالغہ سے بری نہین ہو سکتا علاوہ اسکے چاہیے کہ اس قیاس پر قبول کرنا اوس
حدیث کا جسکو دوسرون نے رد کیا ہی موجب ہو شمار کا اوس فرقہ سے کہ احادیث کے لکھنے مین
نہایت تساہل کرتے ہین اور سبکی اس صفت کے ساتھ متصف ہین پس چاہیے کہ فرقہ اولی مین
داخل ہون **اقول** رد کرنا اوس حدیث کا جو جمہور نقاد کے نزدیک مقبول ہو بلا وجہ موجہ
موجب دخول فرقہ مبالغین مین ہی اور یہ صفت شیخ الاسلام ابن تیمیہ مین موجود ہی جیسا کہ تحقیق
ہو چکا اور سبکی کی صفت تساہل بغیر ثابت کرنے کی اونکی تصانیف سے مسموع نہین ہی ہان
اگر سبکی اوس حدیث کو جسکو جمہور نقاد فن غیر مبالغین موضوع و باطل لکھتے ہون صحیح
لکھتے ہون البتہ وہ فرقہ متساہلین مین معدود ہونگے ولیس کذلک اب قدرے حالات
قدر سبکی بہی بیان کی جاتی ہی تا اشتباہ تساہل کا اونسے مرفوع ہو جاوے سیوطی حسن المحاضرة
فی اخبار مصر والقاہرة مین لکھتے ہین العلامة تقی الدین ابو الحسن علی بن عبد الکافی بن
تمام بن حماد الانصاری السبکی قال ولده فی الطبقات الامام الفقیه المحدث الحافظ المفسر
الاصولی المتکلم النحوی اللغوی الادیب الجدلی الخلافی النظار شیخ الاسلام بقیة المجتهدین
المجتهد المطلق ولد بسبک من اعمال المنوفیة فی صفر سنة ثلاث وثمانین وستمائة وانتهت الیه
ریاسة العلم فی مصر قال الاسنوی کان انظر من رأیناه من اهل العلم ومن اجمعهم للعلوم واحسنهم کلاما
فی الاشیاء الدقیقة واجلدهم علی ذلک وقال الصلاح الصفدی الناس یقولون ما جاء بعد الغزالی
مثله وعندی انهم یظلمونه بهذا وما هو عندی الا مثل سفیان الثوری وقال ابنه فی الترشیح قال تاج الدین
بن النقیب صاحب مختصر الکفایة وغیرها جلست بمکة بین طائفة من العلماء وقعدنا نقول لو قدر
بعد الائمة الاربعة فی هذا الزمان مجتهدا عارفا بمذاهبهم اجمعین یرکب لنفسه مذهبا من المذاهب
الاربعة بعد اعتبار هذه المذاهب المختلفة کلها لازدان الزمان به وانقاد الناس له فاتفق رأینا
علی ان هذه الرتبة لا تعدو الشیخ تقی الدین السبکی وله من المصنفات الجلیلة الفائقة التی حقها
ان تکتب بماء الذهب لما فیها من النفائس البدیعة والتدقیقات النفیسة منها الدر النظیم

فی تفسیر القرآن العظیم تکملۃ شرح المہذب للنووی الابتہاج فی شرح المنہاج الرقم الابریزی شرح مختصر التبریزی
التحقیق فی مسئلۃ التعلیق رفع الشقاق فی مسئلۃ الطلاق شفاء الاسقام فی زیارۃ خیر الانام
السیف المسلول علی من سب الرسول توفی فی سنۃ ست وخمسین وسبعمائۃ انتہی ملخصا اور درر کامنہ مین یہ
ہے قال الاسنوی فی الطبقات کان السبکی انظر من رأیناہ من اہل العلم ومن اجمعہم للعلوم واحسنہم کلاما فی
الاشیاء الدقیقۃ وکان فی غایۃ الانصاف والرجوع الی الحق فی المباحث ولو علی لسان احد من
الطلبۃ مواظبا علی وظائف العبادات مراعیا لارباب الفنون انتہی **قال** اور قاضی محمد شوکانی
کے مبالغین سے ہونیکا کچھ ثبوت پیش نہین کیا اور کیونکر وہ مبالغین سے ہو سکتا ہے حال آنکہ
فوائد مجموعہ مین خود ایسے لوگون پر طعن کرتا ہے **اقول** اوسکے مبالغ ہونیکی وجہ یہ ہے کہ فوائد
مجموعہ مین اکثر احادیث کی وضع کے حکم کو ابن جوزی اور صغانی اور جوزقانی اور ابن تیمیہ سے
کہ سبب تشدد مین ہے بہ نقل کرکے سکوت کرتا ہے اور معارض انکی کلام کے جو اجلہ محدثین سے کلام واقع ہوا اوسکو ترک
کرتا ہے اور حدیث من حج ولم یزرنی مین شوکانی نے حکم وضع کا ابن جوزی اور صغانی سے نقل کیا اور یہ دونو متشددین
سے ہین **افاد** اور ذہبی نے میزان جو حکم وضع کا نقل کیا شاید لسان المیزان کو ملاحظہ نہین کیا **قال** لسان المیزان
سے توثیق نعمان بن شبل کی ثابت ہوتی ہے اور اوسیر ارموضوعیت نہین ہے بلکہ امر موضوعیت محمد بن محمد بن النعمان
پر ہے جیسا کہ حافظ ابو الحسن دارقطنی نے حواشی کتاب ابن حبان مین لکھا ہے الخ **اقول** دارقطنی کی روایت
مین محمد بن محمد بن نعمان عن جدہ واقع ہے جیسا کہ لسان المیزان مین ہے محمد بن محمد بن النعمان
بن شبل الباہلی البصری عن مالک روی عنہ الوراق الہمدانی وقد طعن فیہ الدارقطنی واتہمہ وقال خرج
الدارقطنی فی غرائب مالک احادیث من طریق ابن شبل محمد بن محمد بن النعمان ابن شبل البصری حدثنا
جدی حدثنا مالک وہی منکرۃ ہا سیاتی فی ترجمۃ النعمان والذی تحرر من ہذا ان النعمان ووالدہ
رویا عن مالک واما محمد بن محمد فلم یدرک مالکا انتہی اور سند ابن عدی مین محمد بن النعمان عن ابیہ
واقع ہے جیسا کہ عبارت ذہبی سے واضح ہے وقال ابن عدی حدثنا علی بن اسحق حدثنا محمد بن النعمان
بن شبل حدثنی ابی حدثنی مالک عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول اللہ من حج فلم یزرنی فقد
جفانی اور سبط ابن حجر برہان الدین حلبی نے کشف حثیث عمن رمی بوضع الحدیث مین ذکر کیا ہے
اور محمد بن محمد بن النعمان کا اگرچہ اتہام بالکذب میزان اور تنزیہ الشریعۃ مین مذکور ہے لیکن

محمد بن النعمان اور نعمان کا متہم بالکذب ہونا ثابت نہیں بلکہ میزان میں نعمان کی توثیق مذکور ہے پس ضعف ایک طریق سے جسمین محمد بن محمد بن النعمان ہی ضعف دوسرے طریق کا لازم نہیں آتا اور آپنے قول محقق بن ذہبی کی عبارت یون نقل کی قال ابن عدی حدثنا علی بن احمد حدثنا محمد بن محمد بن النعمان حدثنی ابی حدثنی مالک الخ یہ تحریف صریح ہی کیونکہ عبارت ذہبی مین محمد بن النعمان حدثنی ابی ہی نہ محمد بن محمد بن النعمان وکم من فرق بینہما اور سبکی شفاء الاسقام مین لکھتے ہین ذکر ابن عدی احادیث النعمان ثم قال ہذہ الاحادیث عن نافع عن ابن عمر یحدث بہا النعمان عن مالک ولا اعلم رواہ عن مالک غیر النعمان ولم ار فی حدیثہ حدیثا غریبا قد جاوز الحد فاذکرہ وروی فی صدر ترجمتہ عن عمران بن موسی الزجاجی انہ ثقۃ وعن موسی بن ہارون انہ متہم وہذہ التہمۃ غیر مفسرۃ فالحکم بالتوثیق مقدم علیہا وذکر ابو الحسن الدارقطنی ہذا الحدیث فی احادیث مالک بن انس الغرائب التی لیست فی الموطا وہو کتاب ضخم قال حدثنا ابو عبد اللہ وعبد الباقی قالا حدثنا محمد بن محمد بن النعمان حدثنا جدی اخبرنا مالک عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی قال الدارقطنی تفرد بہ ہذا الشیخ وہو منکر ہذہ عبارۃ الدارقطنی والظاہر ان ہذا الانکار منہ بحسب تفردہ وعدم احتمالہ بالنسبۃ الی الاسناد المذکور ولا یلزم من ذلک ان یکون المتن فی نفسہ منکرا او لا موضوعا وقد ذکرہ ابن الجوزی فی الموضوعات وقد اسرف منہ بالغ فی الرد علیہ قال ابن عدی وقال ابن الجوزی عن الدارقطنی ان الحمل فیہ علی محمد بن محمد بن النعمان لا علی جدہ وکلام الدارقطنی الذی ذکرناہ محتمل لذلک ولان یکون المراد بہ تفرد النعمان کما قال ابن عدی واما قول ابن حبان ان النعمان یاتی عن الثقات بالطامات فہو مثل کلام الدارقطنی الا انہ بالغ فی الانکار وقول ابن الجوزی ان الدارقطنی طعن فی محمد بن محمد فالذی حکیناہ من کلام الدارقطنی ہو الانکار لا التضعیف تحصل من ہذا البطال الحکم علیہ بالوضع لکنہ غریب کما قال الدارقطنی وہو لا یحل بکلام ابن عدی صالح لان یعتضد بہ غیرہ انتہی

ہذا آخر الکلام فی ہذا المقام وللہ الحمد علی ذلک علی الکمال والتمام وکان ذلک فی لیلۃ یوم الثلثاء السابع والعشرین من الجمادی الاولی من شہور سنۃ تسعین بعد الالف والمائتین من ہجرۃ رسول الثقلین علیہ وعلی آلہ الصلوۃ

حامدا و مصلیا

اما بعد می گوید راجی رحمت رب قوی ابو الحسنات محمد عبد الحی لکهنوی تجاوز الله عن ذنبه الجلی والخفی
که عرض خدمت شما می شود که حکیم نور الحسن صاحب از متهرا استفتا باین مضمون ارسال فرمودند که در خانه
زید از عورتی غیر منکوحه پسری متولد شده و آن عورت دختر دیگر کسی را شیر داده آیا نکاح برادر زید با این دختر
جائز ست یا نه فقط فقیر در همان ایام جوابش بدین مضمون نوشته که در موجب بودن لبن زنا محرم فقهای
را اختلاف ست یک طائفه قائل بعدم تحریم اند مثل صاحب بحر و شارح منیه و یک طائفه قائل بتحریم اند لیکن
ایشان تصریح می سازند که رضیعه از لبن زنا بر زانی و اصول و فروع وی حرام می شود نه بر غیر ایشان پس صورت
مسئوله نکاح برادر زید با آن دختر جائز ست فقط بعد چندی حکیم صاحب ممدوح رد جواب فقیر تحریری بعض علما
ندوه فرستادند نام محرر رد تحریر نکردند لیکن از عنوان تحریر فهمیدم که تحریر مولوی محمد بشیر صاحب سهسوانی ست
در جواب آن البسط البسیط ساخته در ماه محرم نزد حکیم صاحب ارسال ساختم خلاصه اش اینکه از عبارت خزانة الفتاوی
و خلاصه و ظهیریه و عنایه و بزازیه و خزانة المفتین وغیره تحریم رضیعه از لبن زنا بر زانی و فروع و اصول او ثابت است نه بر غیر ایشان
و ابن همام از تجنیس از شیخ عبد الله الجرجانی نقل کرده که نکاح آن با عم زانی حلال ست لعدم الجزئیة بینه و بینها
و صاحب نهر جواز تزویج صبیه زنا بر عم زانی و خال او اتفاقا نقل کرده و رضیعه لبن زنا را مثل او تصور نموده و تصریح کرده است
که در برادر و عم فرقی نیست و یک طائفه فقها بر آنند که رضیعه که مرضعه بر زانی حرام ست و نه بر اصول و فروع او و همین را
صاحب بحر معتمد گفته و صاحب فتح از ائمه اسبیجابی و صاحب ینابیع نقل کرده او را وجه قرار داده و همچنین در مختار و فصل عمادی
و صاحب نهر بر آن حکم او وجه داده پس بنا برین فتوی جواز نکاح آن رضیعه با برادر زانی اظهر ست فقط پس از ان
دو روز بشان باین وجوه ساختم و بنیاد جواب ایشان کندیدم حالا یک قطعه عنایت نامه ایشان مورخه ۲ جمادی ثانیه
بدین عبارت از فقیر حقیر محمد بشیر تجاوز عنه العلیم الخبیر بخدمت مکرمی معظمی مولوی محمد عبد الحی صاحب مجدکم بعد
سلام سنت الاسلام و اشتیاق ملاقات خلوص التیام آنکه فتوی آنحضرت در باب رضاع متعلقه مقدم چون برای
مخالف تصحیح امام ابو حنیفه بود جوابش نوشته هدیه خدمت عالی می سازم اگر قبول افتد فهو المطلوب الا با فضائل
عنایت از بخشش سرفراز فرمایند و حقیر را در بعض مسائل با آنمکرم خلاف و نزاع ست اما چون این نزاع محض بغرض اظهار
حق ست امید دارم که موجب ملال نشود فقط رسید و همراه خود رساله نجوم رقم رسانیده حالا خلاصه تقریبات ایشان را

بعد حذف عبارات فقهیه منقوله شان که نقل آنها بجز تطویل سودی نخواهد بخشید ذکر کرده و دفع آنها باحسن وجوه
می سازم و غرض ازان بجز احقاق حق امری دیگر ندارم تقریر در خصوص مسئله از امام ابوحنیفه چیزی منقول نیست
و فقهاء حنفیه مختلف اند بر سه قول قول اول اینکه لبن زنا مثل لبن حلال است و بر کسانیکه مرضعه بلبن حلال حرام می شود
بلبن زنا نیز حرام میشود دوم اینکه رضیعه از لبن زنا بر زانی و اصول و فروع حرام است نه بر غیر شان سوم
اینکه نه بر زانی حرام است و نه بر اصول و فروع اقول چون قول اول در کتب معتمده نیست البته تقدر در کتب متداوله
که لبن الحرام کالحلال یافته می شود و هم دران کتب حلت رضیعه از لبن زنا بر عم و خال مذکور است پس معلوم شد که
تشبیه در عبارت مذکوره در جمله جزئیات نیست و هرگاه یک مسئله در موضعی صراحة مذکور شود و مفتی به اتفاقی باشد
و از موضعی خلاف آن مستنبط شود مفتی را لازم که بر صریح فتوی دهد حموی در حواشی اشباه می نویسد صرح المصنف
نفسه فی الفوائد الزینیة انه لا یحل الافتاء من القواعد الضوابط وانما علی المفتی حکایة النقل الصریح کما صرحوا به انتهی تقریر
حالا ملاحظه باید کرد که ازین مذهب کدام راجح است و کدام مرجوح پس میگوییم که قول اخیر صریح با قول امام ابوحنیفه
مخالفت دارد چه بلاشک از مصاهرت حلال بنت رضاعی زوجه بر زوج حرام میشود چنانچه در رد المحتار و طحطاوی
مذکور است و مصاهرت زنا نزد امام ابوحنیفه در اثبات حرمت مانند مصاهرت حلال است چنانکه در کفایه و نور الانوار
موجود است پس بنت رضاعی موطوءه زنا نزد امام ابوحنیفه بلاشک حرام است اقول درین کلام چند انظار اند
اول اینکه طلب ترجیح آیا از کتب حنفیه درکار است یا از رای خود اگر از رای خود منظور است موقوف بر بودن از اهل
اصحاب ترجیح است و از لیس هم اگر اول منظور است پس عبارتی که بر ترجیح مذهب حرمت باشد حاضر باید
و عبارات حنفیه در ترجیح مذهب حلت برای زانی و اصول و فروع غیر الشایان ملاحظه شوند در بحر است المعتمد
فی المذهب ان لبن الفحل الزانی لا یتعلق به التحریم انتهی و در رد المحتار است الحاصل کما قال فی البحر ان المعتمد فی المذهب
ان لبن الزانی لا یتعلق به التحریم وظاهر المعراج والخانیة ثبوته قلت وذکر فی شرح المنیة انه لا یعدل عن الدرایة
اذا وافقتها روایة وقد علمت ان الوجه عدم التحریم انتهی و در فتح القدیر است وذکر الولوالجی ان الحرمة تثبت
من جهة الام خاصة لم یثبت النسب فیثبت من الاب وکذا ذکره الاسبیجابی وصاحب الینابیع بوجه لان
الحرمة من الزانی للبعضیة وذلک فی الولد لنفسه لانه مخلوق من مائه دون اللبن اذ لیس اللبن کائنا من منیه لانه
فرع التغذی بخلاف الولد والتغذی لا یقع الا بما یدخل من اعالی المعدة لا من اسفل البدن فلا اثبات فلا حرمة
بخلاف ثابت النسب لان النص وهو حدیث یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب اثبت الحرمة انتهی و در در مختار

وكذا الزنا والاوجه لا فتح انتهى و در نهر فائق ست قيد بالزوج لانه لو زنى بامرأة فولدت فارضعت صبية جاز لاصول الزاني وفروعه التزوج بها كذا اختاره الوبري وعليه جرى الاسبيجابي وصاحب الينابيع وجعله في المحيط كالاول وجزم به قاضيخان والاول اوجه انتهى پس هرگاه رضيعه مذكوره بر نفس زاني و اصول و فروع بنا بر مذهب مفتى به حلال شد در حلال شدن آن بر برادر زاني چه شك ماند و آنانكه قائل بحرمتش اند تقييد حرمت باصول و فروع و زاني مى سازند چنانكه از ملاحظه فتاوى مذكوره الصدر واضح ميشود و نيز تصريح مى سازند كه بر عم و خال زاني حلال ست چنانچه در فتح القدير ست في التجنيس من علامة الناطفي عن الشيخ ابي عبد الله الجرجاني انه كان يقول في الدرس لا يجوز للزاني التزوج بالصبية المرضعة ولا لآبائه واجداده ولا لاحد من اولاده ويحل لعم الزاني التزوج بها كما يجوز بالصبية التي ولدت من الزاني لانه لم يثبت نسبها من الزاني حتى يظهر فيها حكم القرابة والتحريم على آبائه واجداده لاعتبار الجزئية ولا جزئية بينها وبين العم انتهى و در بحر ست ظاهر كلامهم ان هذه الصبية المتولدة من الزنا لا تحرم على عم الزاني وخاله اتفاقا واذا ثبت هذا في المتولدة من الزنا فكذلك في حق المرضعة بلبن الزنا انتهى پس بنا بر مسلك اين طائفه نيز نكاح صبيه مذكوره به برادر زاني جائز خواهد شد دوم اينكه مفتى را لازم كه اختيار ترجيح اصحاب مذهب خود سازد و در تحرير فتوى راى خود را دخل ندهد اگرچه خود هم مجتهد باشد شعرانى در ميزان مى نويسد لما ادعى الجلال السيوطي مقام الاجتهاد المطلق المنتسب كان يفتي الناس بالارجح من مذهب الشافعي فقالوا لم لا تفتيهم بالارجح عندك فقال لم يسألوني عن ذلك وانما سألوني عما عليه الامام واصحابه انتهى و هرگاه در ما نحن فيه ترجيح اهلت از ارباب ترجيح ثابت ست مفتى را طاقت چون و چرا باقى نماند سوم اينكه در در مختار در فصل محرمات مى آرد حرم الكل مما مر تحريمه نسبا ورضاعا ومصاهرة الا ما استثنى في بابه انتهى و در فصل رضاع مى نويسد والوطء بشبهة كالحلال قيل وكذا الزنا والاوجه لا فتح انتهى ازين دو عبارت معلوم شد كه مرضعه از لبن زنا از كلام كه در بحث محرمات وغيره مجمل واقع شده مستثنى ست على الراى الارجح چهارم اينكه از بودن مصاهرت زنا نزد امام ابو حنيفه مانند مصاهرت حلال اگر مراد كليت ست يعنى در جميع جزئيات پس از عبارت كفايه و نور الانوار ثابت نيست و اگر مراد شليت در حرمت اولاد زنا بر زاني ست پس مسلم ست ليكن مفيد مدعى نيست پنجم اينكه حموى در حواشى اشباه در كتاب النكاح مى نويسد لا عبرة بما في كتب الاصول اذا خالف ما ذكر في كتب الفروع انتهى بنا عليه اگر عبارت نور الانوار يا ديگر كتاب اصول مفيد حرمت صراحة هم باشد بمقابله ترجيحات كتب مذهب قابل اعتبار نخواهد شد ششم اينكه بعد ثابت شدن حرمت بنت رضاعى موطوءه زنا نزد امام ابو حنيفه چنانكه مجيب

مدعی آن است گفته خواهد شد که چون ارباب ترجیح بر خلاف آن فتوی داده‌اند اعتبارش درین باب نخواهد شد تقریر فقهاء
محققین حنفیه بحرمت بنت رضاعی موطوءه بزنا تصحیح نموده‌اند چنانچه در طحطاوی و رد المحتار مرقوم است **اقول**
این کلام مخدوش است بچند وجوه **اول** اینکه مجرد بودن حکم حرمت در کتب حنفیه محل نزاع نیست تا نقل عبارات حرمت
فائده دهد بلکه گفتگو در ترجیح است و از کتب مذهب ترجیح حرمت ثابت نمیشود بلکه ترجیح حلت است **دوم** اینکه طحطاوی
وصاحب رد المحتار نه مجتهد فی الشرع است و نه مجتهد فی المذهب و نه مجتهد فی المسائل و نه از اصحاب ترجیح و نه از اصحاب تخریج
و نه از اصحاب متون بلکه این هردو از نقلۀ اقوال فقهاء اند و اما قائلین حلت پس از ارباب ترجیح و تحقیق اند از
ابن همام که صاحب بحر ایشان را از ارباب ترجیح معدود ساخته چنانچه عبارتش در کلام سرور نقل کرده شد و صاحب رد المحتار
ایشان را از ارباب ترجیح شمار کرده و دلیل ایجابی [illegible] در حواشی اشباه در بحث احکام الانثی ایشان را از ارباب
ترجیح ذکر کرده [illegible] ایشان را مجتهد [illegible] ابن عابدین [illegible] المحقق [illegible]
کرده پس مقابله ترجیح ایشان با طحطاوی و صاحب رد المحتار را چه مجال [illegible] **سوم** اینکه طحطاوی و
صاحب رد المحتار در بحث رضاع عبارت فتح را که دال بر ترجیح حلت است نیز نقل ساخته بر آن سکوت کرده‌اند پس **اقول**
ایشان را گذاشتن قول سابق را اختیار کردن صریح ناانصافی است تقریر مذهب حلت بر نفی اصل و اصول و فروع
صریح مخالف قول امام ابوحنیفه است پس گو این را بعض فقهاء وجه معتمد نوشته‌اند لیکن چون مخالف قول امام است حنفیه
بر آن فتوی نشاید **اقول** این کلام منظور فیه است بدو وجه **اول** اینکه از مخالفت این مذهب قول امام را اگر مراد این
است که مخالف قول امام در همین مسئله است پس غلط است چه خود مجیب سابقا گفته که از امام در خصوص این مسئله چیزی
منقول نیست اگر مراد این است که مخالف کلیات مقرره نزد امام است پس ضرری نیست چه فتوی از کلیات نمیشود
کما مر بلکه از جزئیات **دوم** اینکه بتقدیر تسلیم بودنش مخالف قول امام هرگاه حنفیه محققین بر خلاف آن فتوی داده‌اند مفتی را لازم
اتباع ایشان سازد و فتوی بر قول امام همان وقت داده میشود که ارباب ترجیح بر خلاف آن فتوی نداده باشند در رد المحتار
است حاصله ان الحکم ان المتفق علیه اصحابنا یفتی به قطعا والا فاما ان یصحح المشایخ احد القولین او کلا منهما او لا ففی الثانی
یعتبر الترتیب بان یفتی بقول ابی حنیفة ثم بقول ابی یوسف ثم بقول محمد ثم بقول زفر او یعتبر قوة الدلیل وفی الاول
ان کان التصحیح بافعل التفضیل خیر المفتی والا فلا بل یتبع المصحح فقط وفی الثالث اما ان یکون احدهما بافعل التفضیل او
لا ففی الاول قیل یفتی بالاصح وقیل بالصحیح وفی الثانی یخیر انتهی تقریر مذهب دوم نیز مرجوح است چه علت حرمت
رضاعت نزد حنفیه شبه بعضیت است و او را بنسبت اصل و فرع اعتبار کردن و بنسبت غیر ایشان اعتبار نکرد

مخالف این اصل ست **اقول** لبن زنا شرعا اعتباری نیست پس عم و خال دیگر حواشی شبهه بعضیت درین مقام
منجر بشبهة الشبهة شده والاعتبار لشبهة الشبهة لا للنازل منها ازین جهت فقهاء مرضعه از لبن زنا را بر حواشی حلال
می گویند و بر زانی و فروع و اصول او بسبب شبهت جزئیت حکم حرمت میدهند **تقریر** علت انقلاب شبهه بشبهة الشبهة اگر
زناست پس آن در اصول و فروع و غیر ایشان مشترک ست اگر امری دیگر ست پس آنرا بیان باید کرد **اقول**
در ولیده از زنا من وجه جزئیت ست بسبب خلق او از نطفه زانی و من وجه جزئیت نیست بسبب اینکه شرع آنرا اعتبار
نساخته پس بجهت اول بر زانی و اصول و فروع حرام ست و بر حواشی مثل عم و خال زانی اتفاقا حرام نیست چنانچه از
بحر منقول شده و همچنین مرضعه از لبن زنا من وجه شبه جزء ست و من وجه شبه جزء نیست پس بجهت اولی بر زانی
و اصول و فروع حرام شد و بجهت ثانیه بر حواشی زانی حلال شد این ست سر تفرقه فقهاء در میان زانی و اصول
و فروع و در میان حواشی **تقریر** از کسانیکه این مذهب منقول ست مثل شیخ ابو عبد الله الجرجانی نه مجتهد مطلق ست
و نه مجتهد فی المذهب و نه مجتهد فی المسائل و نه از اصحاب تخریج و نه از اصحاب ترجیح و نه از اصحاب متون بلکه محتمل ست
که از طبقه سابعه باشند پس قول ایشان چگونه قابل سند خواهد شد **اقول** این سخن قدیمه عجیب ست که بر حال فقیه هیچ
مطلع نمیشود احتمال دخول آن در فرقه سابعه پیدا می سازد شیخ ابو عبد الله از قدماء فقهاء محققین ست و معتمد ارباب
ترجیح ست صاحب هدایه که از ارباب ترجیح ست و تجنیس درین مسئله بر قولش اعتماد ساخته و ابن همام آنرا مقرر ساخته
تقریر کسانیکه حرمت رضیعه مذکوره بر زانی و اصول و فروع مقرر می کنند تصریح این امر نمی سازند که بر غیر زانی و اصول
و فروع حلال ست یا حرام **اقول** اگر مراد این ست که کسی ازین طائفه تصریح نکرده پس محض غلط ست چه صاحب
تجنیس از ناطفی نقل کرده که ابو عبد الله می گفت که رضیعه مذکور بر زانی و اصول و فروع حرام ست و بر عم
حلال صاحب بحر و نهر نیز تصریح این امر ساخته و اگر مراد این ست که بعضے از ایشان تصریح نه ساختند پس بعض
علاوه ازین کسی ازین طائفه تصریح حرمت بر حواشی نساخته بلکه بر زانی و اصول و فروع اقتصار کرده و اقتصار در
عبارت دلیل اول ست بر اینکه بر حواشی نزد ایشان حرام نیست چه مفهوم را در عبارات فقهاء اعتبار هست در اشباه
می آرد لا یجوز الاحتجاج بالمفهوم فی کلام الناس فی ظاهر المذهب کالادلة واما مفهوم الروایة فحجة کما فی غایة البیان
من الحج انتهی و در جامع الرموز ست مفهوم المخالفة فی الروایة کمفهوم الموافقة معتبر بلا خلاف کما ذکره المصنف
یعنی صدر الشریعة فی کتاب النکاح لکن فی جامع الزاهدی انه غیر معتبر والحق انه معتبر انتهی و صاحب کنز در کافی
می نویسد التخصیص فی الروایات یدل علی نفی ما عداه انتهی و همچنین ست در شرح وقایه و نهایه و حاشیه حمید الدین

بر هدایه و حواشی شرح وقایه وغیره **تقریر** اگر شبهه شود که مذهب کل از فقهاء منقول نیست جواب این است که در فتح القدیر
و مجمع الانهر و در مختار موجود است لبن الزنا کالحلال و صاحب محیط نیز همچو نقل کرده و قاضی خان بدان جزم
کرده و ظاهر این کلام نیست مگر اینکه چنانچه لبن حلال موجب حرمت است و خصوصیت با فروع و اصول ندارد همچنان لبن
زنا پس این قول اخیر منقول گفتن صریح بی انصافی است **اقول** سبحان الله انصاف را بی انصافی و بی انصافی را
انصاف نام نهید از ندا یا نمی‌دانی که اگر چه لبن الحلال کالحرام در کتب مذکوره مذکور است لیکن از ان تعمیم مستفاد نمی‌شود چه در تشبیه
اتحاد در جمله امور ضروری نیست چنانچه در شرح عقائد نسفیه وغیر آن مذکور است و صاحب فتح خود ملک ضیعه مذکوره بر رجوع
از تجنیس نقل کرده پس حمل کردن عبارت مذکوره بر تعمیم و اعتماد کردن بر ان چشم پوشی از دیگر عبارات صریح با انصافی از قاضیخان
نیز حرمت ضیعه مذکور بر زانی و اصول و فروع مخصوص کرده می‌نویسد رجل زنی بامرأة فولدت منه و ارضعت بهذا
اللبن صغیرة لا یجوز لهذا الزانی ولا لاحد من آبائه و اولاده نکاح هذه الصبیة انتهی پس حکم قاضیخان نیز بر تعمیم ثابت نشد
و نسبت این قول بطرف صاحب محیط الله اعلم بالعبارت است معهذا معلوم نیست که کدام محیط مراد است اگر محیط برهانی
است پس از ان فتوی دادن درست نیست اگر محیط رضوی است پس نقل عبارتش ضرور بود و ابن نجیم صاحب بحر در بعض رسائل
خود و تعاقب بعض معاصرین خود که در بعض مسائل وقف مخالف کرده از محیط نقل مسئله کرده بود رساله می‌نویسد نقله عن المحیط
البرهانی کذبا لان المحیط البرهانی مفقود کما صرح به ابن امیر حاج فی شرح منیة المصلی و علی تقدیر انه ظفر به فان اهل عصره
لم یجز الافتاء منه ولا النقل عنه کما صرح به فی فتح القدیر من کتاب القضاء انتهی و مظنونم این است که نسبت این قول
بطرف محیط از عبارت نهر که سابقاً نقل کردم و در جواب سابق هم نقل کرده بودم ماخوذ شد حال آنکه کلام نهر هم در اصول
و فروع زانی است نه در حواشی پس از همین قدر مستفاد شد که صاحب محیط لبن حرام را نیز موجب حرمت اصول
و فروع مثل لبن حلال پنداشته نه اینکه مطلقاً لبن حلال را شامل بهر ساخته و اگر تسلیم ساختیم که صاحب محیط و قاضیخان تصریح
تعمیم کرده باشند یا تعمیم مراد شان باشد پس گوئیم که نقول شروح مذهب مقدم اند بر نقول فتاوی چنانچه صاحب
در رفع الغشاء عن وقت العصر والعشاء می‌نویسد کما فی النفع الرسائل انه لا عبرة بنقول الفتاوی اذا عارضتها نقول
المذهب و انما یستانس بما فی الفتاوی اذا لم یوجد ما یخالفها من کتب المذهب انتهی **تقریر** از جانب مانعین معلوم می‌شود که قرابت حلال چنانکه موجب حرمت
است قرابت زنا نیز موجب حرمت است بعض اصحاب شرح وقایه و همچو صاحب در مختار و صاحب منح الغفار و صاحب بحر زید با فتح و قاضی خان از غیر
تصریح این تعمیم نیز کرده اند **اقول** از متون تعمیم مستفاد نمی‌شود از شروح و فتاوی مذکوره نسبت تعمیم بطرف ایشان افترا است
بلکه [illegible] تعمیم مستفاد [illegible] تعمیم در فتح و بحر مذکور است [illegible] ایشان تصریح تعمیم کرده اند گفته شد و قاضیخان فی فتوی شراح مذهب

برخلاف آن واقع شده اعتبار متون می‌باید نه چه گر ارباب متون تصحیح التزامی است و تصحیح صریح مقدم است بر تصحیح التزامی

ابن عابدین [illegible] صاحب رد المحتار در تنقیح فتاوی حامدیه در کتاب الحجر زیر مسئله حجر سفیه می‌نویسد ما جری علیه اصحاب المتون من

انه لا یحجر علی السفیه تصحیح التزامی بمعنی ان اصحاب المتون التزموا ذکر الصحیح فهم فی الغالب یمشون علی قول الامام وقد مشوا فی هذه المسئلة

علی قوله فهو تصحیح له التزاما وما مر عن الخانیة من ان الفتوی علی قولهما تصحیح صریح فیقدم علی الالتزامی انتهی ونیز در کتاب

الغصب [illegible] می‌نویسد [illegible] قد ذکروا ان ما فی المتون تصحیح التزامی ای التزم اصحاب المتون ان یذکروا فیها الصحیح وان التصحیح

الصریح مقدم علی التصحیح الالتزامی انتهی تقریر از اصل امام ابوحنیفه نیز همین امر ثابت می‌شود اقول سابقاً از حموی نقل کرده شد

که فتوی بر قول [illegible] بنابر اصول خصوصاً وقتیکه فتوی محققین بر منقول یافته شود تقریر اگر کسی را خلجان باشد در کلام

بعض فقهاء [illegible] زانی [illegible] فروع [illegible] شده شیر زنان این قبیل است برینکه بر غیر الشایان حلال است بعضی فقهاء شرط کرده‌اند

امر عجیب مسئله است [illegible] زانی [illegible] تصریح در حاشیه علی الهدایه [illegible] ذکر کرده شده‌اند اقول در عبارات فقهاء تخصیص

[illegible] علما بسیار ذکر کرده اند احتمال تعالی العالیة خصوصیت هیچ عود حبیب در قول امام منصوص ذکر کرده [illegible]

[illegible] وبرظاهر اصول فروع عالی مرد و خود ادنی اند [illegible] مقابله [illegible] اگرچه [illegible]

می‌گفتند باصول ترک [illegible] در البته حکم در قوال اصول مطابق دلالت نص است ثانی [illegible] این بحث تعقب به تحقیق مولوی

محمد [illegible] کرده شد و بنظر اختصار اکثر تعقبات که بر ایشان وارد می‌شد ترک کرده شده و بکفایت اصل تقریر کرده

حالا جواب تعقبات شان که بر جواب سابق فقیر کرده اند می‌نویسم اولاً تقریر خود را اجمالاً [illegible] تعقبات شان آن است

جواب [illegible] قلت فقهاء حنفیه در این مسئله [illegible] مختلف اند یک طائفه بر آنند که [illegible] زانی اصول

فروع حرام است [illegible] دیگر بر آنند که [illegible] مذکوره [illegible] زانی حرام است [illegible] بر اصول [illegible] قوله [illegible]

بلکه حنفیه بسیار اقوال مختلف آمده اقول تعقب آنکه یعنی لبن حرام مثل لبن حلال است در جمیع [illegible] کرده [illegible]

[illegible] نسبت آن بطرف حنفیه کرده و آنانکه لبن الحرام کالحلال می‌نویسند در جائی دیگر تصریح می‌سازند که

[illegible] بر [illegible] زانی حلال است و بعضی که [illegible] می‌نویسند تقیید حرمت بر زانی و اصول و فروع می‌سازند و آن

اول [illegible] آنچه مفهوم در عبارات فقهاء [illegible] قلت و همین است مفتی به نزد محققین قوله از جمله عبارات [illegible]

[illegible] نسبت این [illegible] در بعض عبارات لفظ معتمد و در بعض لفظ وجه موجود است لیکن هیچ گاه این قول [illegible]

تصحیح امام است [illegible] امام معتمد یا وجه [illegible] دیگران چگونه قابل اعتبار خواهد شد اقول لفظ وجه معتمد از الفاظ [illegible]

است و در جامع المضمرات شرح مختصر قدوری می‌نویسد اما العلامات المعلمة علی الافتاء فقوله وبه الفتوی وبه نعتمد وبه ناخذ وعلیه الاعتماد

وهو الاشبه بقول الاوجه وغیرها انتهی ملخصا وفتوی اکابر خلاف ترجیح ارباب ترجیح فتوی دادن جائز نیست چنانکه رد المحتار مینویسید

قد ذکروا ان المجتهد المطلق قد فقد واما المقید فعلی سبع مراتب مشهورة واما نحن فعلینا اتباع ما رجحوه وصححوه کما لو افتونا
فی حیاتهم انتهی آری اگر ترجیح فقهاء خلاف نص جلی واقع شود آنوقت آنرا ترک کردن درست لیکن این خاص لفقهاء است
بلکه خود اجتهاد مجتهدین اگر خلاف نص قرآنی واقع شود بران عمل نخواهد شد کما هو مصرح فی موضعه وچون در ما نحن فیه نص صریح
مثبت احد الاقوال نیست تا جزم بر فتوی بر مجیبین کفایت کرده خواهد شد وفتوی دادن بر خلاف مذهب امام ابو حنیفه مستنکر
ومستبعد نیست کتب فقهاء ملاحظه شوند وفهم میشود که صدها جا حنفیه بر قول صاحبین یا قول زفر برخلاف امام فتوی داده اند واگر
مطلقا قول امام معتبر شود وفتوی فقهاء که برخلاف آن واقع شده معتبر نشود لازم می آید که کلام فقهاء در ترجیح مثل در وقت ظهر ودر
ترجیح تفسیر شفق بحمرت وترجیح قرأت اذکار زائده نماز ومثال آنها که از امام خلاف آنها منقول است معتبر نشود والتزام ذلک
من العجائب **قلت** وبر ظاهر است که در میان برادر وعم فرقی نیست هرگاه نزد طائفه اولی رضیعه مذکوره بر عم زانی حلال شد
در حلتش بر برادر چه شک ماند **قوله** هرگاه از کلام طائفه اولی حرمت رضیعه مذکوره بر اصول وفروع زانی ثابت شد ودر
اصول وفروع برادر فرقی نیست پس حرمتش بر برادر زانی شکی نماند **اقول** میان برادر ومیان فروع واصول فرق
بین بخلاف برادر وعم علاوه ازین لازم می آید که برای عم وخال هم حرام باشد واین خلاف مصرحات قوم است علاوه
قول المجیب علی خلاف قولهم **قلت** اگر برین تقریر کفایت نشود وصاف جزئیه مطلوب شود پس عبارت رد المحتار که در تحت
قول صاحب در مختار وحرم الکل مما مر تحریمه نسبا ومصاهرة رضاعا واقع است ملاحظه شود وآن اینست قوله والکل رضاعا

مع قوله فی باب قبله ولو من زنا حرمة فرع المزنیة واصلها رضاعا وفی القهستانی عن شرح الطحاوی وبعدم تحریم ... لکن فی النظم
وغیره انه یحرم کل من الزانی والمزنیة علی اصل الآخر وفرعه رضاعا ویقتضی التقیید بالفرع والاصل انه لا خلاف فی تحریم المزنیة علی
غیرهما من الحواشی کالاخ والعم انتهی **قوله** در عبارت مذکوره جزئیه مطلوبه هرگز صحیح نیست زیرا که مطلب ... غیر البنت
که زانی را اصل وفرع مزنیه حرام است ومزنیه بر اصل وفرع زانی ... ام ... والمختار میگوید که مقتضی تقیید بالفرع والاصل
این است که در عدم حرمت بر غیر اصل وفروع اختلافی نیست یعنی بر حواشی زانی مزنیه حرام نیست ... حواشی مزنیه زانی
حرام نیست ومقصود یعنی عدم حرمت رضیعه بر برادر زانی آن وقت ثابت میشد که درین عبارت تصریح این امر بود که فرع مزنیه
بر حواشی زانی حرام نیست **اقول** درین مقام حضرت مورد را ... عبارت قهستانی درینجا مورد بحث
تحریر یافته نزد قول صاحب نقایه وحرم اصل ... ای ام المزنیة وامیتها ... والمنطوی الی الفرع ... الکلام

الی انه لو زنی بغیر مشتهاة تحرم علیه امها وبنتها لکنهما تحرمن عند الطرفین کما فی ... والمنظومة ... ان فرع المزنیة ...

رضاعا لا التحرم كما فى رضاع شرح الطحاوى وسيأتى منه فى الرضاع اشارة اليه لكن فى النظم وغيره انه يحرم كل من الزانى والمزنية على
اصل الآخر وفرعه رضاعا انتهت پس قهستانی درباب حرمت فرع مزنیه واصل آن رضاعا بر زانی اختلاف نقل ساخته
از شرح طحاوی حلت آن ذکر کرده واز نظم حرمت ذکر کرده چه از نظم مفهوم شد که زانی بر اصل مزنیه وفرع آن حرام است ومزنیه
بر اصل وفرع زانی حرام است وچون حرمت امری است متعاکس از عبارتش این هم مفهوم شد که فرع مزنیه واصل آن رضاعا بر زانی
حرام بر خلاف قول طحاوی واین هم مفهوم شد که فرع زانی واصل آن رضاعا بر مزنیه حرام است وصاحب رد المحتار میگوید که مقتضی
تقیید قهستانی مسئله را با اصل وفرع مقتضی این امر است که در عدم حرمت اصل مزنیه وفرع آن رضاعا بر غیر زانی یعنی حواشی او
کالاخ والعم وعدم حرمت اصل زانی وفرع زانی رضاعا بر غیر مزنیه یعنی حواشی او خلاف نیست یعنی قهستانی در حرمت فرع مزنیه
واصل آن رضاعا بر زانی اختلاف نقل کرده از شرح طحاوی حلت واز نظم حرمت ثابت کرده وحرمت فرع زانی واصل آن را بر مزنیه
از نظم نقل ساخته ومقتضای تقیید وحرمت زانی ومزنیه را بخصوص حرمت اصل وفرع با ایشان این است که فرع واصل
هر یک مثل حواشی دیگری بالاتفاق حرام نیست پس معلوم شد که ضمیر تقییده در رد المحتار بسوی قهستانی راجع است وضمیر غیرهما بسوی
زانیه ومزنیه است نه آنچنانکه مجیب تصور کرده که ضمیر تقییده بطرف صاحب نظم است وضمیر غیرهما بسوی اصل وفرع است وآنچه که
این مطلب را بسوی کدی ساز داین است که مقتضای کلام صاحب رد المحتار نیست که مقتضای تقیید با اصل وفرع عدم اختلاف در عدم حرمت
بر حواشی است ودر اصل وفرع اختلاف است پر ظاهر که صاحب نظم هیچ اختلافی نقل نساخته البته قهستانی در حرمت اصول وفروع مزنیه بر
زانی اختلاف نقل ساخته پس لابد ضمیر تقییده بطرف او راجع خواهد شد واگر تسلیم کرده شود که ضمیر تقییده راجع بسوی صاحب نظم
است بر آن تقدیر هم مطلب مستقیم است بدین طور که ضمیر غیرهما راجع بسوی زانی وزانیه است ومعنی این است که مقتضای کلام
ناظم دال بر حرمت هر یک از مزنیه وزانی بر اصول وفروع دیگری وحرمت اصول وفروع هر یک بر دیگری است این است که اصل
هر یک وفرع بر غیر زانی وزانیه حرام نیست کالاخ والعم وشاهد عدل بر مطلب راقم این است که صاحب رد المحتار بعد عبارت مذکوره
عبارت تجنیس که دال بر حلت فرع مزنیه بر عم زانی است بطور تائید کلام خود آورده است ومطلبی که حضرت مجیب مشفق
بیان ساخته از مقام مناسبتی ندارد والله اعلم بمراد عباده **قلت** سابقا از تعالیق الانوار منقول شده که اوفق
بالدرایة عدم حرمت است **قوله** اگرچه از کلام صاحب فتح وغیره درایتا وجه بودن این قول ثابت میشود لیکن فی الواقع
درایته هم ثابت نیست چه دلیل آن محض لغو است **قول** حاصل دلیل صاحب فتح این است که حرمت فرع مزنیه بر زانی
بسبب بعضیت ثابت است وآن در ولد است نه در لبن چه لبن فرع تغذی است نه فرع منی بخلاف ثابت النسب چه در آن
حدیث حرمت ثابت کرده در حرام چنین وارد نشده وایراد بر آن بدین نمط که در رضاع علت حرمت شبه بعضیت است

وآن موجود است نه حقیقت بعضیت چنانکه متعقب ذکر کرده محض باطل است چه غرض صاحب فتح این نیست که موجب بودن بعضیت
حرمت را مقتضای قیاس است عالم زینکه بعضیت بالطبع حرام شد یا حلال موجب بودن شبهه آن خلاف قیاس است وحدیث
یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب در لبن حلال ثابت کرده واما در لبن حرام پس نصی وارد نشده وحقیقت بعضیت
یافته نشد پس لاجرم حکم حرمت نداده خواهد شد **قلت** هرگاه فتوی محققین حنفیه مثل صاحب فتح وصاحب بحر وصاحب نهر
وغیره بر قول عدم حرمت موجود است جای ابد وشاید نماند **قوله** هرگاه این فتوی مخالف تصریح امام است پس کی اعتبار کرده شوند
نمی توانند وهرگاه قول محققین حنفیه مثل قاضی خان که از مجتهدین فی المسائل است وصاحب خزانة الفتاوی وصاحب خلاصه
وظهیریه وعنایه ومجمع الانهر وبزازیه وخزانة المفتین وبرجندی وصاحب کفایه وصاحب فتاوی سراج منیر وصاحب معراج وصاحب محیط
بتحریم لبن زنا موجود است اطلاق اصحاب متون هم تایید مثل میسازد پس جای کلام باقی نماند **اقول** اولا این فتوی مخالف
تصریح امام در خصوص این مسئله نیست بلکه خلاف کلیات امام وآن مضر نیست کما مر سابقا وثانیا اینکه ادخال صاحب سراج
منیر در محققین از عجائب زمان است حیرت است که مثل ابوعبدالله جرجانی را در طبقه سابعه داخل شوند وصاحب سراج منیر که جامع
رطب ویابس است وازدرجه محققین اجل ودور است در محققین داخل شوند ثالثا اینکه محیط وخلاصه وظهیریه وبزازیه وخزانة المفتین
وخزانة الفتاوی وفتاوی قاضی خان مجال معارضه با ترجیحات شروح مذهب ندارند اگرچه فی نفسها معتمد باشند کما مر آنفا
قاضی خان اگرچه مجتهد فی المسائل است لیکن در خصوص این مسئله اگر تصحیح میکرد البته تصحیحش مقدم میشد مجرد ذکر او در فتاوی خود
معارض ترجیح ارباب ترجیحات نمی تواند شد خامسا اینکه این جمله فقها حرمت رضیعه مذکوره را بر زانی واصول وفروع
می نویسند چنانچه عبارات اکثر ایشان در جواب نقل شدند ومفهوم عبارت معتبر نیست کما مر سادسا اینکه اطلاق اصحاب متون
چونکه فتوی شراح مخالف آن ومنعقده معتبر نخواهد شد **قلت** وپر ظاهر است که لبن الزنا کالحلال اگرچه در بعض متون
ودر فتاوی مذکور است لیکن شراح محققین قول عدم حرمت را مفتی به گفته اند **قوله** از عبارات منقوله مجیب سوای لفظ معتمد و اوجه
کدام علامت مفتی به فیه نمی شود وبظاهر معلوم میشود که جمله کاتبین این در لفظ بتقلید صاحب فتح نوشته اند حال دلیل بالا
معلوم شد **اقول** بعض ارباب ترجیح که از ابن همام سابق بودند مثل اسبیجابی ودر بر وطحاوی نیز قائل بعدم حرمت شده اند
وتوجیه صاحب فتح بغایت متانت است وتعاقب متعقب در تحت الثری رفت **قلت** صاحب بحر در زیادت
ولو عن زنا که مفید حرمت دختر برادر از زنا است تبعیت صاحب فتح کرده اند واز بحر اخذ کرده وامام زفر گرفته خود
صاحب فتح وصاحب بحر در کتاب الرضاع لبیده زنا را بر عم زانی وخال زانی حلال نوشته اند وهمین را وجه گفته اند ودر عم
وبرادر فرقی نیست وسر این مسئله این است که در قرابت برای حرمت حقیقت بعضیت معتبر است ودر لبیده زنا شبهه بعضیت یا

پس حرمت قرابت معتبر نخواهد شد و هرگاه نفس ولیدهٔ زنا بر عم و خال حلال شد رضیعهٔ لبن زنا بدرجه اولی حلال خواهد شد
قوله قول بحل ولیدهٔ زنا بر عم و خال بانی صاحب بحر از فتح و صاحب فتح از تجنیس و صاحب تجنیس از جرجانی نقل کرده و
جرجانی از مجتهدین نیست قاضی خان که مجتهد است بحرمت آن تصریح کرده اقول جرجانی از معتبرین است و قاضی خان این مسئله
تصحیح نساخته و صاحب بدایه ابن همام بعد ذکر قول جرجانی سکوت ساخته قوله و دلیل جرجانی نیز ضعیف است
چه از قول و للجزئیة بینه و بین العم اگر نفی جزئیت باین طور که یکی جزو دیگری باشد مراد است پس انتفاء آن ضرر
نمیرساند و اگر مراد نفی جزئیتی که موجب حرمت باشد است پس غلط محض است اقول معتبر در حرمت قرابت حقیقت
بعضیت است مطلقا و چون بعضیت ولیدهٔ زنا من جهة البعضیت و من جهة البعضیت نیست زین جهت جرجانی نفس
زانی و اصول و فروع حکم حرمت او ندید و برجوع حکم تنصیف حلت اعتبار اللشبهین قلت هرگاه در عبارات فقهاء تعارض
واقع شود مفتی را لازم که بر فتوی محقق تعین عمل سازد قوله هرگاه در عبارت فقهاء تعارض واقع شود مفتی را لازم که بر قولیکه
موافق مذهب امام صاحب باشد عمل سازد اقول این قاعده در کدام کتاب از کتب فقهیه است و اگر ایجاد و الا
آنرا چه اعتبار قلت تعارض مفتی به و غیر مفتی به از عجائب روزگار است قوله مفتی به بودن قولیکه مخالف مذهب
صاحب مذهب باشد زیاده تر از عجائب روزگار است اقول این عجب فقط در زعم مجیب است و اما در نظر ماهر فقه پس
هیچ عجب نیست لان العبرة عند المهرة لقوة الدلیل تنبیه مولوی محمد بشیر صاحب در رساله مسئله خود یک یک از ادله
را برای تطویل رساله بنظر ناظرین العبارات متلفقه چند چند جا آورده و چون در هر قول شان بجز تضییع اوقات
بود لهذا التعاقب هر قول نساختم و بنظر اینکه همین قدر برای محو کل رساله کافی است اختصار ساختم و آخر دعوانا
ان الحمد لله رب العالمین و الصلوة علی رسوله محمد و آله و صحابه اجمعین و کان اختتام هذا التحریر فی جلسة
واحدة قدر نصف النهار یوم الاثنین الاول من شهر رجب سنة تسعین بعد الالف والمائتین من هجرة
سید الثقلین علیه و علی آله صلوة رب المشرقین ط



بنے سند اس امر کے کہ یہ کتاب مطبع علوی مقام لکھنؤ کترہ
محمد علیخان میں چھاپی گئی مہر مطبع ثبت کیگئی فقط ۹ رجب سنہ ۱۲۹۰ ہجری